

پنڈی داس پستک بھنڈار لاہور

پُستک بھنڈار-لاہور کی کتاب نمبر ۲۹

رنج و راحت کی تصویر

نل دمینتی

از مُشفق مرحوم

پبلشرز- پُستک بھنڈار لاہور

سنہ ۱۹۲۱ء

باہتمام لالہ ایشرداس جارج سٹیم پریس لاہور میں طبع ہوئی

پانچواں ایڈیشن
قیمت ۱۰

کہانی

پیارے ناظرین جب پانڈو مع دھروپدی جنگلوں میں اوقات بسر کرنے لگے اور ارجن کو تیراندازی میں کمال حاصل کرنے کے لئے اندرا پوری کو چلا گیا تو یدھشٹر اس کی مفارقت میں اکثر نالاں رہا کرتا تھا لیکن سب سے زیادہ اُس کی جدائی بھیم کو اکھرتی تھی۔ وہ رہ رہ کر یدھشٹر کے پاس آتا اور کہتا کہ اے راجہ یا تو تم ارجن کو بلا دو یا ہمیں اجازت دو کہ ہم دریودھن کو تباہ کر کے اپنا راج واپس لے لیں۔ یدھشٹر اسے یہ کہکر ٹال دیتا تھا کہ ذرا صبر کرو ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ ہماری تلواریں نیام سے نکل کر دشمنوں کے خون بہانے میں کامیابی حاصل کریں کیونکہ ہم غریب الوطن اور خانماں برباد ہیں اور دشمن برسرِ حکومت ہے مصیبت زدہ یدھشٹر اس طرح تسلیاں دے دے کر بھیم وغیرہ کو ڈھارس بندھاتا تھا۔ مگر خود گذشتہ واقعات پر غور کر کے نادم اور منفعل بھی ہو جایا کرتا تھا۔ اسی طرح ایک دن یدھشٹر دھروپدی کی بادیہ پیمائی اور مصائب کی سختیاں جو وہ ان کے ساتھ صحرا نوردی میں برداشت کر رہی تھی۔ دیکھ دیکھ کر افسوس کر رہا تھا کہ یکایک مہرشی برہدسش اس سے دوچار ہو گئے۔ رشی نے یدھشٹر کو جب اس قدر اداس پایا تو کہا کہ اے راجہ۔ تو مضطرب اور حیراساں کیوں ہے۔ یدھشٹر نے کہا۔ مہاراج میں اپنے غلطیوں سے نادم اور موجودہ مصیبتوں سے پریشان ہوں مجھکو تابڑ توڑ آ پڑنے والی آفتوں نے گھبرا دیا ہے۔ بلکہ میں نہیں خیال کرتا کہ دنیا میں کوئی اور بھی مجھ سا بدنصیب ہو۔ رشی نے کہا اے یدھشٹر اتنا رنج نہ کرو دنیا میں تجھ سے بھی زیادہ بدنصیب اور مبتلائے غم ہیں اور ہو گذرے ہیں جس ذلت سے تو نے راج کو کھو دیا ہے اسی طرح

نکھدلیس کا راجہ نل بھی اپنی تباہی کا آپ باعث ہوا۔ اگر تو کہے تو میں اس کی پُر درد کہانی سنا کر تجھے دکھاؤں کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا دل نہیں جو رنج سے خالی اور صدموں سے محفوظ ہو۔ یدہشٹر نے کہا ہاں مہربانی کر کے مجھے راجہ نل کی غم انگیز داستاں سناؤ شائد اس سے میرے دل کو تقویت ہو اور میں صحرا نوردی کی مصیبتیں برداشت کرنے کے لئے آگے سے زیادہ تیار ہو جاؤں۔ غرض رشی نے راجہ نل کی کہانی جس کا آغاز پہلے باب سے ہے کہنی شروع کی۔

معزز ناظرین کو یہ جتلا دینا کچھ غیر موزوں نہ ہوگا کہ سنسکرت کے مصنف کے ان خیالات کو جنہیں عقل کیطرح بھی تسلیم نہیں کر سکتی اس خوبی سے ادا کیا گیا ہے کہ فسانہ کی دلچسپیاں آگے کی نسبت ایک سے ہزار ہو گئی ہیں۔ امید ہے جن صاحبوں نے اس کی اصلی داستان جو ہندی میں طبع ہو کر شائع ہوئی ہے دیکھی ہوگی وہ میری محنت کی داد دئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

پہلا باب

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے دشمن تجھ پر
ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

محبت کی ابتدا

شام کا سہانا سماں ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ نازک نازک پھولوں کی پتلی پتلی شاخیں ہوا کے خوشگوار جھونکوں سے آہستہ آہستہ جھول جھول رہی ہیں چھوٹے چھوٹے پرندے ڈال ڈال پر کلیلیں کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ اس وقت نکھدیس کا راج کمار اپنے دلفزا باغ کی عمدہ روش پر چہل قدمی کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اس کا شمشاد کو شرمندہ کرنے والا قد۔ اور سرو کو انگشت بدندان کرنے والا بانکپن۔ اس کی جسمی موزونیت کو اور بھی دلفریب بنا رہا ہے۔ اس کی نیلی نیلی پلکیں اور کٹورا سی آنکھیں پیارے اور چاند سے چہرہ کی خوبصورتی کو دوبالا کرنے میں کمال کر رہی ہیں۔ نگاہوں کی موہنی جس کا اچھوتا جادو کہ ابھی کسی راج کنیا پر چلا نہیں مگر ترسی ہوئی نگاہیں متلاشی ضرور ہیں

کہ کہیں کوئی ستانے والا ملے اور بصد سر آنکھوں پر بٹھائیں۔ سڈول شانیں
چوڑا سینہ۔ غرض عضو عضو کی تراشیں اُن اوصاف سے موصوف تھیں
جو حسین مردوں کے لئے اکثر مخصوص ہوا کرتی ہیں۔ فن شہسواری میں یہ
جس قدر یکتا تھا۔ اُسی قدر رموز مملکت کے جاننے میں بھی لاثانی اور
بے نظیر سمجھا جاتا تھا سیر و شکار کے علاوہ علمی مذاق کا بھی دلدادہ تھا
جہاں پاک ویدوں کی حفاظت کرنی چاہتا تھا۔ وہیں اُن کے مقدس
اصولوں پر کاربند ہونا بلکہ اُن کی اشاعت میں سعی کرنی راج کمار کا فرض
اوّل تھا۔ مگر ساتھ ہی پانسوں کے کھیل کا بھی شایق تھا۔ اس کے علاوہ
درسین کی اعلیٰ تربیت نے اُسے چھوٹی سی عمر میں خاصا مدبّر اور فوجی نظم
ونسق کا جاننے والا بنا دیا تھا۔ اور لاڈ سے اُن کا نام بھی پیارا اور دلوں
کو اچھا معلوم دینے والا رکھدیا تھا یعنی نل۔ مگر وہ اپنی عقلمندی اور مدبّری
کے ذریعہ چھوٹی سی عمر میں راجہ نل کے خطاب سے عالمگیر شہرت حاصل
کر کے سورج کی طرح عالم میں روشن ہوگیا تھا۔ اس وقت راجہ نل کی
امنگوں پر آئی ہوئی جوانی نے وہ خوش وضعی اختیار کی ہوئی تھی۔ کہ ملاحت
اُس کی بلائیں لے لے کر اُس پر نثار ہونے کو اپنا فخر اور عزت سمجھتی تھی۔
شجاعت قدم قدم پر قربان ہوتی جاتی تھی۔ ہمت ساتھ اور حشمت ہمراہ
تھی۔ فکروں سے بری اور مسرتوں میں ڈوبا ہوا نل جانی جوئی کی روشوں
پر اترا اترا کر ان کھلی کلیوں اور کھلے ہوئے پھولوں کے رنگ و بو سے
لطف اُٹھا رہا تھا۔ کہ اچانک ہی آریہ ورت کے مشہور اور خوبصورت پرند
یعنی ہنسوں کی مختصر سی ڈار اُس کے باغ میں کیتکی کے پھولے ہوئے
درختوں کے پاس لہلہاتے ہوئے سبزے کے زمردین فرش پر اور تری
اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کی جو پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو میں بسی ہوئی چل
رہی تھی مزے لینے لگی۔ مگر اُن میں سے کچھ ہنس ایسے بھی تھے جن کی

ہاتھ آنے مشکل ہیں۔ یہ سوچ ہنسوں کے پکڑنے کا شائق راجہ نل آگے بڑھا
اور اپنے تجویز کئے ہوئے دام کو اُن پر بچھانے لگا۔ لیکن نوجوان راجہ کی ہر طرح
کوششیں تمام ہنسوں کو نہ پھنسا سکیں اور اس کے پھیلائے ہوئے دام
نے صرف ایک ہی ہنس کو قابو کر کے اپنے بھرے راجہ کے حوالہ کیا۔ اور باقی
کے ہنس اڑ اڑ کر درختوں کی اونچی اونچی چوٹیوں پر بیٹھ گئے اور وہیں
اپنے گرفتار شدہ ساتھی کی بیکسی پر افسوس کرنے لگے۔ راجہ خوشی خوشی
اس خوبصورت ہنس کو قبضہ میں کرکے جانتا ہی تھا۔ کہ اس کے پر بند کر کے
اپنی نگاہوں کے سامنے کسی مقام میں محبوس کرے کہ یکلخت ہی ایک
حسین باندی جسے نوجوان راجہ نل کی خدمت کا شرف حاصل تھا۔
دوڑی ہوئی آئی اور نہایت گھبراہٹ کے لہجہ میں بولی۔

باندی۔ ؟ اے حسن کے دیوتا یہ تم نے کیا کیا۔

نل ۔ ؟ کیوں کیوں میں نے کیا۔ ۔ ۔ ۔ !!

باندی ؟ بات کاٹ کر۔ ہائے بڑا غضب ہو گیا۔ !!

نل ؟ باندی کہیں تو بہکی تو نہیں گئی۔

باندی ؟ نہیں نہیں راجہ میں سچ کہتی ہوں کہ یہ تم نے کیا کیا !!

نل ؟ کچھ کہو گی بھی۔ ذرا ہمیں بھی تو سنوں !!

باندی ؟ اے حسن کے چمکتے ہوئے سورج یہ جو تم نے ہنس پکڑا ہے۔ یہ تم جانتے
بھی ہو کہ کس کا ہنس ہے۔

نل ؟ اے اچھی باندی میں نہیں جانتا کہ یہ کس کا ہنس ہے ؟ جلد مجھ کو بتلا تا
کہ میرے دل کی الجھن دور ہو !!

باندی ۔ ؟ اے راجوں کے راج یہ ہنس ودھرب دیس کے بھیم راجہ کی لاڈلی
بیٹی حور وش دمینتی کے پالو ہیں۔ ان کو چھوڑ دے ورنہ وہ تڑپ تڑپ کر
اپنے ہنس کی مفارقت میں آدھی ہو جائیگی ؟ اس کی زندگی کا مدار انہیں

ہنسوں پر ہے۔ وہ ان کے آگے موتیوں کا دانہ ڈالتی ہے۔ اور ان کی خوبصورتی سے اپنے ننھے اور نازک دل کو ہر دن بہلایا کرتی ہے"

نل۔ متحیر ہو کر۔ کون دمینتی؟"

باندی۔ اے راج گدی کو زیب دینے والے راجہ کیا تم نہیں جانتے"

نل۔ نہیں نہیں باندی میں بالکل بے خبر اور ناواقف ہوں"

باندی۔ بھیم کی دوشیزہ لڑکی دمینتی بڑی نازک اور اچھے پھولوں سے زیادہ خوب صورت ہے۔ اس کے حسن کی جوت سے چاند بالکل ماند اور سورج چوندھیا کر ہمیشہ سرنگوں رہتا ہے۔ اس کا پیارا پیارا مکھڑا اچھے اچھے سنگ کماروں کو اپنا گرویدہ بنانے میں کمال کرتا ہے۔ اس کی آنکھوں کا جادو کسی کے اچھوتے دل پر چلے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کی نوکدار کالی کالی پلکیں اس کے چہرے کی خوبیوں کو اور بھی دوبالا کرتی ہیں اس کی چیتے سے بھی زیادہ پتلی کمر اس کی نازک بدنی کا ادنیٰ ثبوت ہے اور وہ اپنی حسین جمیلہ شکیلہ سہیلیوں میں ایسی پہچانی جاتی ہے جس طرح گھٹاؤں میں چمکتی ہوئی بجلی یا نکھرے ہوئے آسمان پر سورج یا اندھیرے پاک کی ابتدائی شب کا پورا چاند۔ اے راجہ وہ قتالۂ عالم اس دیس کی سب کنواری اور بیاہی عورتوں سے حسن میں ممتاز اور سگھڑاپے میں لاثانی ہے۔"

نل۔ (بیتاب ہو کر) اچھی باندی تو نے کس طرح جانا کہ وہ ایسی ہے؟

باندی۔ اے راجہ میری بہن شکنتلا نامی اس کی خدمت میں رہا کرتی ہے۔ مجھے اس کی زبانی اس کے گدرائے ہوئے جوبنوں کی خوبیاں اور بے نقص جوانی کی طرحدار ادائیں معلوم ہوئیں"

ہائے غضب ہو گیا باندی کے چلتے ہوئے فقروں نے راجہ نل کے بیقرار دل کو متفکر کر دیا۔ اس کے چہرہ کی شگفتگی فوراً ہی افسردگی سے بدل گئی اور وہ سرد آہ بھر کر کہنے لگا+

نل۔ تو میں اس ہنس کو چھوڑ دوں؟
باندی۔ ؟ ہاں میں تو یہی کہونگی کہ اس کا چھوڑنا ہی اچھا ہے"
نل۔ ؟ تھوڑی دیر تامل کرکے ۔ ہے کیا اچھا اور پیارا پرندہ ہے"
راجہ نل نے اتنا کہا اور ایک مختصر سا پرچہ لکھ اُس کے بازو سے باندھکر اسے رہا کر دیا وہ چھوٹتے ہی اپنے ساتھیوں سے ملا اور ملتے ہی سب کے سب ہوا میں اڑتے ہوے دکھائی دیئے ادھر راجہ نل اُن کی طرز پرواز کو دیکھ اور جو دوش دمینتی کی تصور میں بیتاب ہوکر رہ گیا۔

دوسرا باب

الفت کا جب مزا ہے کہ وہ بھی ہوں بیقرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

ہنسو نکی نامہ بری

اچھے موسم کا خوشگوار دن ہے۔ راجہ بھیم کی لاڈلی سرق وش دمینتی اپنے پربندھا بن یعنی محل کے پائیں باغ امیں سہیلیونکو ساتھ لیئے ہوئے مصروف سیر تھی۔ اس کے آس پاس اس کی حسین سہیلیوں کا

ایسا جھرمٹ تھا جسطرح ستاروں میں چاند یا سبزے کی روش پر گلاب
کا کھلا ہوا پھول۔ اُس کی اُٹھتی ہوئی جوانی کی نکلتی ہوئی کونپلیں اسے
ایسا مغرور بنائے ہوئے تھیں کہ اس کا پاؤں چلتے وقت کبھی برابر
نہیں پڑتا تھا اس کی اچپلاہٹ جہاں اس کی شوخیوں کو ظاہر کرتی
تھی وہیں اس کی سادگی اس کے بھولے پن میں ایک فطرتی کشش
پیدا کر کے دیکھنے والوں کو بیدل اور چاہنے والوں کو بے جان کر دیتی
تھی۔ پیاری دمینتی سر سے پیر تک جواہرات میں پیلی ہو رہی تھی
جس کے سبب اس کے حُسن کی جوت میں ایک گونہ جگمگاہٹ
پیدا ہو کر ناظر حسن کو چکا چوندہ میں ڈالدیتی تھی۔ پیارے ناظرین
میں حیرت میں ہوں کہ حور وش دمینتی کے دلفریب حسن کی لفظوں
میں تصویر کھینچنے کے لئے ایسے انوکھے اور اچھے الفاظ کہاں سے
مہیا کروں۔ جو اس کے خط وخال کی باریکیوں کو خوبصورتی کیساتھ
آپ پر ظاہر کر سکیں۔ ہائے اس کے نہایت ہی باریک لمبے اور
سیاہ بال جن کی بل کھائی ہوئی کاکلیں چاند سے ماتھے پر پڑ کر
عاشق مزاج طبیعتوں کو پابہ زنجیر اور پریشان کرنے کے علاوہ کمال
دکھاتی تھیں کہ دلوں پر یاد زلف میں سانپ لوٹا کرتے تھے پیشانی
خندہ تو تھی مگر چمک میں سورج کو مانا نور صفائی میں آئینہ کو پانی کرتی
تھی۔ بھویں تنتے وقت تو سیدھی سی سیف بن جاتی تھیں۔ مگر
بے خبری میں بالکل تیغ و خنجر بس تاکا اور ختم۔ ذرا جنبش ہوئی کہ
کشتہ ابرو خاک پر تڑپتے ہوئے دکھائی دیتے۔ آنکھیں سیاہ
مگر کٹیلی جن میں ہلکی سی دھاری سرمہ کی وہ غضب ڈھاتی تھی گویا
قہر سے قیامت ملی ہوئی ہے ؎

آفت کی شوخیاں ہیں تمہاری نگاہ میں

محشر کے فتنے کھلتے ہیں جلوہ گاہ میں

ہندی شاعر انہیں آنکھوں پر مرگ کی آنکھوں کو نثار اور نرگس کے پھولوں کو تصدیق کر کے دل سے گرا دیتے ہیں۔ نرم نرم رخساروں کی ملاحت اور ان کی نور آگیں شعاعوں سے ایسا معلوم دیتا تھا گویا پورنماشی کے چاند کے دو ٹکڑے دونوں طرف لگے ہوئے اپنی جلائے لوگوں کو رخساروں کا دھوکا دے دیکر حیرت میں ڈال رہے ہیں۔ موزوں ناک دونوں ابروؤں اور آنکھوں کے درمیان سے گذرتا ہوا رخساروں کی زیب بڑھاتا ہونٹوں سے کچھ اوپر پہنچ کر اس خوبی سے ٹھہر گیا ہے کہ گویا خوبصورتی کی حد اس سے آگے نہیں۔ لیکن سُرخ سُرخ پتلے ہونٹ گلاب کی پنکھڑی سے زیادہ ملائم نزاکت اور ملاحت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ہائے ہی وہ لب ہیں جن پر اندر لوک کے اچھے اچھے جوان اور مضبوط دل والے دیوتا دانت رکھتے تھے۔ شکر اگر یہ لب جنبش میں آکر ہماری درخواست کو قبول کریں تو زہے نصیب۔ خوش وضع گردن جسمیں جواہرات کا چندن ہار پڑا ہوا وہ بہار دے رہا تھا کہ ارمان بھرے دل اس کی بلائیں لینے کو اپنا دین اور ایمان سمجھتے تھے۔ پیاری دمینتی کے سڈول جسم میں کوئی عضو ایسا نہ تھا جو محبوبوں اور لبھانے والی اداؤں سے معمور نہ ہو۔ اس وقت اس کی نگاہیں پھولوں کی شگفتگی پر پڑ کر طراوت اور تازگی حاصل کر رہی ہیں۔ اس کی سہیلیاں بجلی کی طرح روشوں پر اٹھلاتی ہوئی پھر رہی ہیں۔ کوئی تو چھلاوے کی مانند ایک جا ٹھیرتی ہی نہیں۔ کبھی اس پھول کو دیکھا تو اس کلی کو کبھی اس روش سے پھاندی تو دوسری پر جا پڑی۔ بعض شوخی

بن بجلیاں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن برق وش دمینتی ان سب سے ہر
ایک خوبی میں بیس ہے۔ اچھی اچھی خوبصورت اور طرحدار
لڑکیاں دمینتی کی سہیلیوں میں اس وقت موجود ہیں مگر خوش
ادا دمینتی کا دلفریب حسن کچھ اس کینڈے کا ہے کہ کوئی بھی
اس سے لگا نہیں کھاتی۔ اور یہہ ان کے ساتھ اس طرح
بھرتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے جیسے بادل کے متحرک ٹکڑوں
میں سورج کا وجود۔ اسوقت یہ بے فکر طبیعت والی بن بیاہی شہزادی
اپنی سہیلیوں کو لئے ہوئے اس روش پر پہنچی جہاں گیندا
کے کھلے ہوئے پھول دور تک اپنی راحت افزا بہار سے نظارہ
بازوں کی آنکھوں کو محو کر رہے تھے کہ ناگہاں اس کی نگاہ چند ایسے
پرندوں پر پڑی جو خوبصورتی میں لاثانی اور خوش وضعی میں
بے نظیر تھے۔ حوروش دمینتی نے ان کو دیکھتے ہی نہایت
خوشی کے لہجہ میں اپنی اس سہیلی سے جو سب میں زیادہ حسین
اور ممتاز تھی کہا

دمینتی ۔ اے شکنتلا دیکھنا تو یہی یہ ہمارے ہی ہنس تو
ہیں کیا!

شکنتلا ۔ سو شاد ہو شہزادی یہ تو وہی ہیں ہائے بھول گئے تھے
نشاید۔

دمینتی ۔ نہیں نہیں یہ اوڑتے ہوئے دور چلے گئے ہونگے۔
اس لئے دیر میں آئے۔

شکنتلا ۔ انہیں کچھ کھلانا چاہیے۔

دمینتی ۔ تو پہلے جا کر موتیوں کی چنگیر اٹھا لا۔ جب تک میں انہیں
اسی طرح رہنے دیتی ہوں۔

شکنتلا دوڑی ہوئی گئی اور موتیوں کی چنگیر لے کر اُلٹے پاؤں ہی لوٹ آئی۔ دمینتی نے اپنے پالے ہوئے ہنسوں کو بلایا وہ اپنی شہزادی کی آواز پہچان کر قریب آ گئے اور دمینتی نے ان کے آگے موتی ڈالنے شروع کئے۔ بہت سے موتی زمین پر پھینکے گئے۔ مگر ہنسوں میں سے کسی نے ایک بھی موتی نہ چھوا اور وہ حیران ہو کر دمینتی کے حسن کو دیکھ دیکھ کر بیسر ہونے لگے۔ ادھر دمینتی متحیر تھی کہ کیا سبب آج ہنس موتی نہیں کھاتے۔ اور وہ اسی تشویش میں تھی کہ شکنتلا کی مہین اور دلکش آواز برکتی ہوئی سنائی دی۔

شکنتلا۔ پیاری دمینتی تم موتیوں کو ڈال کر ایک طرف ہو جاؤ

دمینتی۔ کیوں کیوں میں انہیں یہیں کھڑے ہو کر نہ کھلاؤں

شکنتلا۔ نہیں۔ کیونکہ تمہارے حسن کی آب نے موتیوں کی آب کو ماند کر کے انہیں بالکل بے آب کر دیا ہے اور وہ ایسے پھیکے پڑ گئے ہیں کہ ہنس انہیں موتی نہیں خیال کرتے

دمینتی۔ بالکل سادہ پن سے۔ اوہنہ! انہیں گندلے موتی ہی کھانے پڑیں گے۔

شکنتلا۔ وہ کبھی نہ کھائیں گے۔

حسن کی دیوی دمینتی نے اپنا نورانی پرتو موتیوں سے ہٹایا تو وہ اپنی اصلی رنگت پر آ گئے۔ اُدھر ہنسوں نے موتی چگنے شروع کر دیا۔

اے حسن پرستو۔ حسن کے دلدادو۔ تم نے کوئی ایسا حسین بھی دیکھا ہے کہ جس کے چہرہ کے عکس سے موتیوں کی آب ایسی زائل ہو گئی ہو جن کو ہنس بھی جن کا کھاجا تھا نہ

چھوئیں۔ پیارے ناظرین ہمیں یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ حسین دمینتی کا دلکش حسن تھا۔ اور واقعی وہ ایسے ہی زاہد فریب حسن والی لڑکی تھی جس کی خوبصورتی کی ضیا سے موتی تو کیا بلکہ جہان کو روشنی بخشنے والا سورج بھی منفعل اور بے نور تھا۔

ابھی ہنس موتیوں کے چگنے میں مصروف ہی تھے کہ یکایک دمینتی کی نگاہ اس ہنس پر پڑی جس کے بازو سے وہ خط بندھا ہوا تھا۔ جو راجہ نل کی ابتدائی امنگوں اور آئی ہوئی طبیعت کا نتیجہ تھا۔ دمینتی نے حیران ہو کر شکنتلا سے کہا کہ "دیکھ تو یہ اس کے بازو سے کاغذ کیسا بندھا ہوا ہے"۔

شکنتلا۔ (متعجب ہو کر) ایں یہ تو کسی نے احتیاط سے باندھا ہوا دمینتی۔ ہاں ہاں جبھی تو مجھے بھی حیرانی ہے

شکنتلا۔ اچھا تم اس طرف کھڑی ہو جاؤ اور میں ادھر سے گھیرتی ہوں۔

دمینتی اور شکنتلا نے چاروں طرف سے گھیر کر ہنس کو پکڑا اور بڑی بے تابی کے ساتھ اس خط کو کھولا جس میں راجہ نل کی بے تابیوں کا اظہار اور حور وش دمینتی کے حسن کی تعریف درج تھی۔ خط کھول لیا گیا اور ہنس کو پھر چھوڑ دیا گیا۔ دمینتی ہنس کیطرف اس ادا سے دیکھنے لگی گویا خاموشی میں اس بے زبان پرندے سے پوچھنا چاہتی ہے کہ یہ خط تو کہاں سے لایا اور تیرے ہاتھ کس طرح لگا۔ مگر اس کے جواب میں خوبصورت پرند ہنس نے بھی اسی انداز سے دیکھا اور اشاروں ہی اشاروں میں وہ ادا ظاہر کی جس طرح ایلچی دوسرے بادشاہ

کی تعریف اپنے بادشاہ کے سامنے نہایت مناسب طور سے
باتوں ہی باتوں میں کچھ اسطرح کر جاتے ہیں کہ وہ اس کی قدر
منزلت کا اعتراف خاطر خواہ کر لیتا ہے اور بڑا ابھی نہیں مانتا
دمینتی نے بھی ہنسوں کی قاصدی پر محبت کا طوطا پال لیا
وہ خط پڑھتے ہی مور جھا گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے
ایک نکیلے اور سجیلے راجہ کی تصویر پھر گئی۔ اور وہ سرد آہیں
بھرتی ہوئی سکھیوں کے ساتھ محلوں میں آئی۔

تیسرا باب

وہ رنج دوست ہوں جنکو خوشی سے نفرت ہے
وہ غنچہ ہوں کہ مسکتی نہیں قبا میری

محبت کی تاثیر

دن بدن دمینتی کی رنگت زرد پڑنے لگی۔ کندن سا بدن
پیلا ہو چلا۔ لب مرجھائے ہوئے دکھائی دیے اور آنکھوں
میں آنسو بھرے رہنے لگے۔ دم بدم ٹھنڈی سانسیں بھری
جانے لگیں۔ سیر و تماشا سے طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ باغ کی
تفریح گاہوں سے دل بیزار ہو گیا۔ نہ کھانے سے غرض

زبانی سے واسطہ ۔ بس آنسوؤں کو پی کروں گذارنا اور غم کھا کر زندگی بسر کرنی یہ پیاری دمینتی کا معمول ہو گیا ؎

دم آیا ہے آنکھوں میں سینہ سے کھینچکر
وہ نظروں میں جب سے سمائے ہوئے ہیں

جو روش دمینتی کا حسن دن بدن گھٹنے لگا ۔ کمزوری بڑھنے لگی ۔ شکنتلا اس غم انگیز ساتھ سے نہائت ہی مضطرب تھی مگر بے لبس اور مجبور تھی کیونکہ ؎

حل نہ ہو سکا مسئلہ عشق کسی سے
دنیا تو جواب اے دل ناشاد سمجھ کر

یہ تو جانتی تھی کہ یہ ساری آفت ہنس کی ڈھائی ہوئی ہے اور اس کی قاصدی کے جادو نے پیاری دمینتی کے عیش و راحت کو رنج و مصیبت سے بدل دیا ہے مگر اس کی اصلی پریشانی سے جو دمینتی کے دل کو نڈھال کرنے میں کامیاب ہو رہی تھی ۔ وہ قدرے بے خبر تھی ۔ لیکن پھر بھی دور اندیش شکنتلا حرماں نصیب دمینتی کو اس طرح سمجھایا کرتی تھی جس طرح کوئی بالکل واقف راز اپنے صاف دل دوست کو ہر ایک طرح کا اونچ نیچ سمجھا سکتا ہے ۔ افسوس شکنتلا کے سمجھانے بجھانے نے کچھ اثر نہ کیا ۔ دمینتی کی بے قراری دن بدن بڑھتی ہی گئی اسے دن رات رونے اور آہیں بھرنے سے کام تھا ۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ دنیا میں کوئی مغموم ہو کر کبھی شاد بھی ہو سکتا ہے یا نہیں اس کی ردی حالت کا تذکرہ صد حیف شکنتلا ہی تک محدود نہ رہا کیونکہ اس کے روگ کی خبر جو اس نے ابھی ابھی ہیر اتھا پہلے اس کی ماں کو پہنچی بعد ازاں اس کے باپ راجہ بھیم کو بھی ہوئی ۔ حرماں نصیب دمینتی کی طبیعت

کے انقلاب نے سارے خاندان میں ایک قیامت پیدا کر دی۔
پہلے تو حکیم بید بلائے گئے جب اُن سے کچھ مرض کا ازالہ نہ ہوا تو
نجومیوں پر زور ڈالا گیا مگر بے سود۔ آخر کار راجہ کے مدبروں نے
یہ رائے دی کہ جہاں تک ہو دمینتی کے بیاہ کی تیاری کیجائے۔
ممکن ہے کہ بیاہ کی خبر اس کے مرض میں انقلاب پیدا کر کے اس
کی طبیعت کو کسی اور طرف راغب کر دے۔ اور یہ کملائی ہوئی
لڑکی اچھی ہو جائے۔ راجہ بھیشم نے اس رائے سے اتفاق
کیا اور تمام راجاؤں کو جو اس وقت دنیا کے اسٹیج پر حکومت
کا ایکٹ کر رہے تھے اپنے ہونیوالے سوئمبر میں مدعو کیا تاکہ
حورو ش دمینتی اپنا ہمیشہ کا ساتھی اور اپنی بہبودی و
بہتری کا ذمہ وار ڈھونڈ لے اور اپنی آیندہ قسمت کو اچھی
طرح دیکھ بھال کر کسی ایسے شخص کے حوالے کرے جو عیبوں
سے بالکل بری اور اس کے دل کو پیارا معلوم دینے والا ہو۔
سوئمبر کی دھوم دھام نے دنیا کے کافی حصہ پر تھلکہ ڈال رکھا
تھا۔ بڑے بڑے راجہ اپنی اپنی نمایشوں اور تیاریوں میں
مصروف تھے اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ جسطرح ہو دمینتی مجکو
پسند کرے تو اچھا۔ جسے دیکھو بڑی بڑی فوج اور جاہ و حشمت
دکھاتا ہوا۔ ودھرب دیش کیطرف کوچ کرتا ہوا دکھائی دیتا
تھا۔ اس عالمگیر شہرت نے نارد منی کو بھی چونکا دیا کہ راجہ
بھیشم اپنی لڑکی دمینتی کی شادی کے لئے سوئمبر رچنے والے
ہیں۔ اس نے بھی دل میں سوچا کہ جس طرح ہو یہ خبر اندر کو پہنچانی
چاہئے کیونکہ دمینتی کا دلفریب حُسن کسی معمولی انسان کے لئے
نہیں بلکہ اس کا چاہنے والا اندر لوک کا راجہ اندر ہی ہو

تو اچھا۔ نارد نے یہ خیال کرتے ہی فوراً اپنے آپ کو اندر لوک میں پہنچایا اور سارا حال جو سوئمبر کے متعلق تھا راجہ اندر سے کہا۔

اندر۔ تو میں بھی چلونگا۔

نارد۔ بیشک آپ کو ضرور چلنا چاہیئے۔

اندر۔ غیر ممکن ہے کہ دمینتی ہمارے سامنے کسی اور کو پسند کرے۔

نارد۔ کبھی نہیں وہ ضرور تم کو یا اگنی دیوتا یا ورن وغیرہ کو منتخب کر کے اپنا خاوند بنائے گی۔

اندر۔ اچھا خیر وہ کچھ کرے مگر ہم چلیں گے ضرور۔

نارد سے کہنے سے راجہ اندر مع اور دیوتاؤں کے دمینتی کے سوئمبر میں شریک ہونے کے لئے اندر لوک سے چل دیئے۔ ادھر یہ خبر راجہ نل کو جو پہلے ہی دمینتی کا دلدادہ ہو چکا تھا ملی وہ بھی اپنے آرزو مند دل کو امیدوں کا سہارا دیئے اور فوج ولشکر لئے بڑے ٹھاٹھ سے نکمدیس سے نکلا اور اس میدان میں پڑا جہاں اندر وغیرہ دیوتاؤں کا لشکر اترنے والا تھا۔

چوتھا باب

چھانٹا وہ دل کہ جس کی ازل میں نمود تھی

پسلی پھڑک اٹھی نظر انتخاب کی

سوئمبر

آریہ ورت کی قدیمی اور پاک رسموں میں سے ایک رسم یہ بھی ہے۔ کہ جسے سوئمبر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جس کے رائج ہونے سے ہزار ہا خرابیوں کی بیخ کنی ہو سکتی ہے۔ اور جس کے نہ ہونے سے لاکھوں طرح کی برائیاں پرورش پا سکتی ہیں۔ قدیم زمانہ کی متبرک رسمیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ اس زمانہ کے مدبر علم و عقل کے پتلے تھے۔ وہ جو بات کرتے تھے فائدہ بخش اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی تھی۔ آج کل اگر کوئی لڑکی ایسا کرے تو اس کا نام دھرا جائے پہلے وقت میں والدین خود اجازت دیتے تھے کہ تم اپنا عمر بھر کا ساتھی اس بھرے مجمع میں سے تلاش کر کے نکال لو۔ اور لڑکیاں ہزار ہا آدمیوں میں سے ایک کو انتخاب کر لیتی تھیں۔ اس وقت گذشتہ رسمیں بڑے پیار سے سمجھائی جاتی ہیں۔ مگر عملی طور سے کاربند ہوتے وقت خبر نہیں کونسا خیال ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ کہ پھر اٹھاتے دھرتے ایک نہیں بنتی خیر اس کے متعلق زیادہ بحث کرنی تضیع اوقات کا باعث ہے۔ کیونکہ یہ رواج الگ اور اس دردوں سے بھرے ہوئے فسانہ سے بالکل علیحدہ ہے۔ اس لئے میں اپنے معزز ناظرین کو اس وقت وہاں پہنچانا چاہتا ہوں + جہاں راجہ نل کا لشکر اترا ہوا ہے اور اس کے پاس ہی راجہ اندر بلکہ اور اور بزرگ راجاؤں کی فوج بھی پڑی ہوئی ہے۔

راجہ اندر اور اس کے ساتھی اور راجاؤں نے جب راجہ نل کو دیکھا کہ یہ بڑے شان و احتشام سے سوئمبر میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کے پاس گئے اور کہا۔

راجہ اندر۔ کیوں نہ ہو کہ تم راجہ کے لڑکے بڑے بہادر ہو۔

نل ۔ عجز کیساتھ ۔ آپ بزرگ اور دیوتا ہیں میں آپ کے سامنے کچھہ بھی حقیقت نہیں رکھتا ۔

راجہ اندر ۔ اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرکے ۔ تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں ؟

نل ۔ نہیں مہاراج میں ان دیوتاؤں کے اوصاف سے بالکل بیخبر ہوں

راجہ اندر ۔ ایک کیطرف اشارہ کرکے ۔ یہ اگنی دیوتا ہیں ۔ اور وہ ۔ درن دیوتا ہیں سنتا ۔

نل ۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ کہ آپ نے ایسے ایسے بزرگوں کو دکھا کر میری عزت افزائی کی ۔

راجہ اندر ۔ اور یہ میرے یم دیوتا ہیں ۔ اور میں بڑی طاقت والا اندر ۔ راجہ ہوں ۔ نل نے ان سب راجاؤں کی جو حقیقت میں دیوتا تھے درشن کر کے شکریہ ادا کئے تو پھر راجہ اندر نے نل کو یہ کہہ کر اپنی طرف متوجہ کیا ۔

راجہ اندر ۔ اے نل اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمارا ایک کام کرتا ۔

نل ۔ مہاراج آپ کا کام اور مجھ سے نہ ہو سکے ۔

راجہ اندر ۔ سن ہم دمینتی کے بیاہنے کے لئے اس کے سوئمبر میں جانے والے ہیں ۔ اسلئے تجھ سے کہتے ہیں ۔ کہ تو پہلے جا ۔ اور دمینتی سے ہمارے یہاں پہنچنے کی خبر کہہ ۔ اور اس سے یہ بھی کہنا کہ وہ سوئمبر کے وقت ہم میں سے کسی کو انتخاب کرے ۔

نل ۔ نہایت عاجزانہ لہجہ میں ۔ بھلا میں کسطرح جا سکتا ہوں کیونکہ میں خود اس کام کے لئے آیا ہوں ۔ جس کے لئے تم آئے ہو ۔

راجہ اندر ۔ اے نل تجھے ضرور جانا ہو گا تو نہیں جانتا کہ ہم کون ہیں ۔

نل ۔ ان مہاراج میں جانتا ہوں کہ تم سب انتہا طاقتور دیوتا ہو

راجہ اندر۔ بس پھر جا اور ہمارے کام کو کر جو تجھے بتا دیا گیا ہے
نل۔ میں پھر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھے نہ بھیجیں"!
راجہ اندر۔ نہیں نل تو نہ ڈر تو جا اور خوبصورت دمینتی سے کہہ کہ وہ ہم میں سے کسی کو خاوند بنا لے"!!

آخر بڑے اصرار کے بعد راجہ نل دیوتاؤں کا پیغام لے کر دمینتی کی طرف چلا۔ دیوتاؤں کی مہربانی اور اس کی دلیری سے نہ تو کسی دربان نے اُسے روکا اور نہ محل کے اونچے اونچے چھتنارے درختوں نے اُسے راستہ بھلایا۔ وہ بڑی مردانہ ادا کے ساتھ حسین دمینتی کے باغ میں داخل ہوا۔ اور اُس کی آنکھوں نے سب سے پہلے ایک اداس مگر خوبصورت شہزادی کو دیکھا جس کے گرد بہت سی باندیاں حلقہ باندھے کھڑی تھیں۔ اُس کی نظر چوندھیا گئی۔ اور وہ مورچھا کھا گیا۔ اُس نے اُسی بنا پر تو سمجھا لیا جو اپنی باندی کی زبانی اُسے معلوم ہوا تھا۔ اُدھر راج کنیا دمینتی کی نگاہ نل پر پڑی ہکا بکا رہ گئی۔ اور دل میں سمجھی کہ یہ کوئی بڑی سطوت والا مہاراج یا کوئی دیوتا ہے۔ اُس کی سہیلیاں بھی نل کا بھبوکا سا حُسن دیکھ کر انگشت بدنداں تھیں کہ یہ چاند کا ٹکڑا یہاں کس طرح سے آ گیا۔ اس وقت دمینتی کے دل کی کیفیت کا پوچھنا ہی کیا۔ کلیجہ دھڑک رہا تھا اور دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ اور نل کا حال دریافت کرنے کے لئے بیتاب ہو رہی تھی۔ راجہ نل نے جوان خوش ادا مگر بھولی بھالی لڑکیوں کو اضطراب کی حالت میں دیکھا تو اُس کے دل میں آئی کہ کچھ کہہ کر دمینتی کو اپنی طرف مخاطب کرے مگر اس سے پہلے دمینتی کی میٹھی میٹھی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی:

دمینتی۔ تم کون ہو اور یہاں کس طرح آ گئے"!
نل۔ میں دیوتا نہیں ہوں بلکہ نکھدیس کا راجہ نل ہوں اور آپ تک

اندر وغیرہ دیوتاؤں کا پیغام لے کر آیا ہوں"

دمینتی۔ انہوں نے کیا پیغام دیا ہے"

نل:۔ اول تو وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں"

دمینتی۔ اور پھر"

نل:۔ دوسرے ان کی مرضی ہے۔ کہ تم اُن دیوتاؤں میں سے کسی کو اپنی شادی کے لئے انتخاب کرو۔ یہ پیغام میں جو راجہ اندر نے بھیجا ہے اور میں نے تم کو سنا دیئے۔ اب جس طرح اچھا سمجھو کرو"

دمینتی:۔ اے نل میں دیوتاؤں کے پیغام کو لے کر کیا کروں۔

نل:۔ عزت کرو اور اُن میں سے ایک کو انتخاب کرو+

دمینتی:۔ اے میرے اچھوتے دل پر قبضہ کرنے والے نل میں تجھ کو چھوڑ کر انہیں کس طرح قبول کر سکتی ہوں+

نل۔ پیاری دمینتی تم غلطی پر ہو دیوتاؤں پر انسانوں کو ترجیح نہ دو تم اندر یا ورن وغیرہ میں سے ایک کو پسند کرو تو اچھا ہوگا۔

دمینتی۔ اے نل میں مجبور ہوں۔ میں تری ہو چکی مجھ پر رحم کر تیری یہ قاصدی مجھے جلاتی ہے۔ میں زہر کھاؤں گی۔ یا پانی میں ڈوب کر اپنی جان دے دونگی یا اگنی میں اپنے آپ کو خاک کر دوں گی یا گلے میں رسی ڈال کر پھانسی لے لونگی مگر تو وہ باتیں نہ کر جو میرے دل کو ناگوار معلوم ہوتی ہیں"

نل:۔ پیاری جب دیوتا لوگ تم پر جان دیتے ہیں۔ تو تم انسان سے کیوں محبت کرتی ہو۔ انسان کے مقابلے میں وہ بڑی طاقت اور حشمت والے ہیں۔

دمینتی۔ ہائے میں اُن کو کس طرح قبول کروں"

نل۔ اے دمینتی مجھ کو بچا اور دیوتاؤں میں سے کسی کو پسند کر۔ وہ

دیتا وغیرہ کو خفا کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ بھلا اندر سا دیوتا اسے کوئی عورت ناپسند کر سکتی ہے۔ ورن جو لوگوں کو پالنے والا ہے۔ کوئی عورت اُس کے ساتھ بیاہ کرنے سے انکار کر سکتی ہے۔ کبھی نہیں پیاری دمینتی اپنے چاہنے والے کی بات سُن اور اُسے مان "

دمینتی۔ اپنی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی پلکوں کو اُٹھا کر۔ دیوتاؤں کو نمسکار اور میں تجھ کو ہی قبول کرتی ہوں "

نل۔ پیاری دمینتی جو کچھ کرنا ہے سوچ کر کرو۔ میں اُن کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

دمینتی۔ اے نل میں نے سب کو دیکھ لیا ہے اور اگر تو نہیں مانتا؟ تو جا اندر وغیرہ سے کہہ دے کہ وہ کل سوئمبر میں آ جائیں میں تجھکو وہاں سب کے سامنے انتخاب کروں گی۔

راجہ نل اس جنبہ کو لے کر دیوتاؤں کے پاس گیا۔ جو بڑی بے چینی کے اس کا انتظار کر رہے تھے اور جاتے ہی سارا حال کہہ سنایا۔ بلکہ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ وہ آپ کا خیال چھوڑ کر مجھے پسند کرتی ہے۔ میں نے اسے بارہا کہا کہ دیوتاؤں میں سے کسی کو قبول کر مگر اس نے نہیں مانا اس کے علاوہ آپ کو نمسکار کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ بھی سوئمبر میں آئیں اور میں راجہ نل کو قبول کروں گی۔ دوسرے دن راجہ اندر مع اپنے اور دیوتاؤں کے سوئمبر میں آیا جہاں طرح طرح کی پوشاکوں سے سجے ہوئے اور بھی راجہ لوگ ڈٹے بیٹھے تھے۔ نارد ورن اور راجہ اندر جب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ لیے۔ تو سوئمبر کی رسم ادا ہونے لگی۔ لیکن اس وقت کا نظارہ قابل دید اور حیرت میں ڈالنے والا تھا۔ سب کی آنکھیں نرگس کا پھول بن رہی تھیں۔ دلوں میں دھڑکنی لگی ہوئی تھی کلیجے دھڑک رہا تھا۔ پوشاکیں زرق برق اور قیمتی جواہرات

سے ڈھکی ہوئی تھیں مگر دلوں کی اندرونی حالت بالکل ناگفتہ بہ تھی کسی کو یہ خیال مایوس کر رہا تھا کہ جب ہے مجھ کو انتخاب کرے یا نہ کرے کوئی یہ سوچ کر مضطرب ہوتا تھا کہ بھلا اندر لوک کے دیوتاؤں کے سامنے یہ ہمیں کسی کو کب پسند کریگی۔ غرض ہر ایک اپنے اپنے خیال کے مطابق نتیجہ نکال کر مضطرب و مایوس ہو رہا تھا کہ اتنے میں جوبنوں سے بھرپور جوانی کے نشہ میں چور اٹھلاتی ہوئی دمینتی اپنی سہیلی شکنتلا کو لئے سوئمبر میں آئی راجاؤں کی آنکھیں اس کے حسن کی جوت کے آگے نہ ٹھہر سکیں اور وہ چکاچوند میں آکر بالکل بیدم ہو گئیں۔ اس پر دمینتی کا ایک ایک کو دزدیدہ نگاہی سے دیکھنا۔ بس قیامت ہی کرتا تھا۔ راجہ بھیم کے ایما کے مطابق دمینتی آگے بڑھی تاکہ اپنی آیندہ قسمتوں کا ذمہ وار تلاش کرے مگر اس کی نگاہیں جس شخص کو ڈھونڈنا چاہتی تھیں اسی شکل شباہت کے وہاں پانچ راجہ موجود تھے اب دمینتی حیران ہوئی کہ میں ان میں سے کس کو نل تصور کر دوں یہ تو سب ایک ہی چہرہ مہرہ کے ہیں وہ دنگ ہو کر رہ گئی اس نے ایک دفعہ پھر چلر لگایا۔ کہ کسی طرح نل کو پہچان کر اپنا خاوند بنا لے مگر اسے ناکامی ہوئی اور آخر وہ دیوتاؤں کو مخاطب کر کے یوں کہنے لگی۔

دمینتی۔ اے اندر لوک کے دیوتاؤں جس طرح میں نے ہنسوں کی قاصدی پر نل کو انتخاب کیا ہے۔ اسی طرح آپ بھی میری امداد کر کے اسے میرا خاوند بنا دیں کیونکہ میں نے دل تو دے دیا ہے۔ مگر دھرم سے نہ کروں۔

دیوتاؤں کے رحم نے دمینتی کی آنکھیں روشن کیں تو نل کا مرجھایا ہوا چہرہ اس کی نظر پڑا اور اس نے جھٹ کر اس کے گلے میں مالا ڈالدی اس رسم کے مکمل ہوتے ہی راجاؤں رشیوں اور دیوتاؤں

نے شور مچایا کہ دمینتی چوک گئی اور اُس نے ایک سادھو کو قبول کیا مگر نہیں وہ کامیاب ہو گئی۔ کیونکہ وہ سادھو جس کو دمینتی نے چُنا تھا راجہ نل تھا

پانچواں باب

اور اے پیر چرخ کیا کوسوں صبر تجھ پر مری جوانی کا

بُرے دن

جب راجہ نل نے سویمبر میں کامیابی حاصل کر لی تو راجہ بھیم نے بری شان و شوکت سے دمینتی کا بیاہ کیا۔ بیاہ سے فراغت ہوتے ہی اندر لوک کے دیوتا اپنے اپنے مقام کو سدھارے اور نل بھی دمینتی کو لے کر نکھدیس کو چلا گیا اور وہاں پہنچ کر اپنی حکومت کے کام میں مصروف ہُوا جب راجہ اندر وغیرہ نل کو دعائیں دے کر نل سے علیحدہ ہوئے تو راستہ میں انہوں نے کلجگ اور دواپر کو آتے ہوئے دیکھا اور اُن کے قریب آتے ہی اندر نے نہایت حیرانی کے لہجہ میں پُوچھا۔

اندر۔ اے کلجگ تم دواپر کے ہمراہ کہاں جا رہے ہو

کلجگ۔ میں دمینتی کے سویمبر میں جاتا ہوں۔

اندر۔ دمینتی کے سوئمبر میں
کلجگ۔ ہاں۔
اندر۔ وہ تو ہو گیا۔
کلجگ۔ حیران ہو کر۔ کیا ہو گیا۔
اندر۔ کبھی کا۔
کلجگ۔ متعجب ہو کر۔ اور اس نے کس کو قبول کیا۔
اندر۔ نکھدیس کے راجہ نل کو۔
کلجگ۔ تمہارے سامنے راجہ نل کو۔
اندر۔ اس کی منشاء۔
کلجگ۔ نہایت غضب ناک ہو کر اس نے دیوتاؤں کو چھوڑ کر انسان کو اپنا خاوند بنایا ہے۔ اس کو ضرور نقصان پہنچانا چاہیے۔
اندر۔ اسمیں اس کا کچھ قصور نہیں کیونکہ اسنے ہم سے اجازت لی تھی۔
کلجگ۔ تم نے کیوں اجازت دی۔
اندر۔ وہ جب نڈھال ہو کر ہم سے التجا کرنے لگی۔ تو ہم نے اجازت دی اور اس طرح جو شخص اسے بددعا دینا چاہئے وہ خود قابل بددعا ہو گا۔

راجہ اندر تو یہ کہکر چلتے بنے مگر کلجگ جو غیظ میں بھرا ہوا تھا نل کی کامیابی سے جل گیا اور حسد کی آنچ میں خاک ہو کر دواپر سے کہنے لگا۔

کلجگ:۔ میں اپنے دل سے مجبور ہوں۔ اسلیئے میں اسے ذلیل اور دربدر کروں گا اور تم بھی میری مدد میں سعی کرو۔

اب یہ دونوں وہیں سے مڑ پڑے اور سیدھے نکھدیس کو راہی ہوئے اور تھوڑے دنوں میں راجہ نل کے پاس پہنچ گئے مگر انہیں موقع نہ ملا کہ کسی طرح راجہ نل پر فتح پا کر اسے مصائب میں پھنسائیں۔ یہ لگاتار اسی طرح بارہ برس تک اسی کوشش میں رہے کہ کہیں داؤں چلے تو ہم نل کی

خدا پرستی اور سچائی کو چھین کر اُسے بالکل ناکارہ اور خانماں برباد بنائیں
آخرکار ایک دن جبکہ نل بغیر پاؤں دھوتے کے سندھیا کر رہا تھا تو کلجگ
کا داؤں چل گیا۔ اور پھر وہ پشکر کے پاس گیا کہ راجہ نل جسے پاسہ کا شوق
ہے۔ اُس سے جل کر جوا کھیل۔ تو اُسے جیت کر نکھدیس کا تخت لے لیگا۔ سنگدل
پشکر اِس خبر کے سنتے ہی باغ باغ ہوگیا۔ اور فوراً ہی نل کے پاس آکر
کہنے لگا۔ کہ آ بیلوں کی لڑائی کرلے گا۔

نل:- حیوان بے زبان ہیں اُن کے لڑانے سے فائدہ۔

پشکر:- تفریح طبع کے لیئے طاقت والے بادشاہ ایسی کھیلوں سے دل
بہلایا کرتے ہیں۔

نل:- یہ کھیل تو نہیں یہ تو سراسر جانوں کا نقصان کرنا ہے۔

پشکر:- جو حیوانوں کو لڑانے سے جانوں کا نقصان سمجھے وہ بادشاہ اپنے
ملک کو وسعت نہیں دے سکتا۔

نل:- کیوں

پشکر:- اِس لیئے کہ جب حیوانوں پر تمہارا اس قدر ترس برس رہا ہے تو
سپاہ کو تم کاہے کو مورچوں پر بھیجو گے۔
نل اِس بات کو سن کر خاموش ہو رہا اور پشکر نے راجہ نل کو لڑائی دیکھنے
اور شوق بڑھنے پر بھی مجبور کر لیا۔ آخر راجہ کی ہار ہوئی تو پشکر نے راجہ
نل کی توجہ پانسوں کی طرف دلائی جس کا راجہ خود بڑا شائق تھا۔
اب جلد نین سے قمار بازی ہونے لگی۔ جوئے کا عاشق راجہ نل اپنی
چالوں کے راس پڑنے پر بہت ہی زور لگاتا تھا۔ مگر پشکر کی جیت
نے اُس کی ایک چال نہ چلنے دی۔ اُس کی بازی دن بدن گھٹتی گئی
اور آخرکار وہ چوپٹ ہوگیا چونکہ اُس کی ہمدرد دمینتی اُس سے از
حد محبت کرتی تھی بلکہ خیال رکھتی تھی کہ کہیں راجہ راج ہار کر خم

سے بے گھر نہ ہو جائے اِس لئے اُس نے وزیروں اور امیروں کو بلوایا اور کہا کہ کچھ تم لوگوں کو خبر ہے۔ کہ خزانہ کا کیا حال ہے کچھ باقی ہے۔ کہ سب خالی ہو گیا۔ انہوں نے اِس کا اشارہ راجہ کیطرف کر دیا جب راجہ سے پوچھا گیا۔ تو اُس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ دمینتی اِس کی لاپرواہی سے اور بھی مصیبت میں مبتلا ہو گئی اور نل کی ہار کی ہار کو دیکھ کر کانپنے لگی۔ جب وزیروں نے خوردش دمینتی کی غیر حالت دیکھی تو نہایت متانت کیساتھ اُس فکرمند رانی کو سمجھانے لگے جو ستر ہا مصیبتوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

وزیر۔ اے رانی تم راجہ نل کی مدد کرو کیونکہ تمہاری دلیلیں اُن کے بڑے کام آئے گی۔

دمینتی۔ یہ تو تم درست کہتے ہو مگر راجہ اپنی طبیعت کو روک کر بھی رکھے

وزیر۔ افسوس ہے پشکر جسقدر جیتا جاتا ہے مہاراجہ اسی قدر کھیل میں محو ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ پشکر کے پانسہ اُس کے کچھ ایسے بس میں ہیں کہ ہر بار اُسی کی جیت ہوتی ہے۔

دمینتی۔ تم سب مل کر کیوں نہیں سمجھاتے۔

وزیر۔ وہ کسی کی نصیحت کو نہ سُنتا ہے اور نہ مانتا ہے۔

دمینتی۔ اچھا خیر نہ سُنے مگر سود سے کہو کہ ایک رتھ تیار کرکے میرے بیٹے ہری سین اور کینیا ہری سینیا کو میرے باپ کے یہاں چھوڑ آئے کیونکہ مجھے دغدغہ ہے۔ کہ کہیں راجہ تخت و تاج ہار کر ہمیں آوارہ وطن نہ بنائے اِسلئے لڑکوں کا جو بالکل نازوں کے پلے ہیں ساتھ رہنا اچھا نہیں اور میں تو جس طرح ہوسکا راجہ کا ساتھ دونگی۔

وزیر نے بہت کہا اور رانی کا حکم لیتے ہی سود کے پاس گیا اور ایک رتھ اچھے گھوڑوں کا تیار کرا کے راج کمار اور راج کینیا کو سوار

کو سوار کرا سود کو بھیم کے نگر بھیج دیا اور سودیو نے بڑی حفاظت سے رتھ مع لڑکے اور لڑکی کے راجہ بھیم کے پاس پہنچا دیا اور خود اجودھیا نگر میں رتوپرن راجہ کے یہاں نوکر ہو گیا۔

چھٹا باب

پہلو میں میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش
مدت ہوئی تباہی کا مارا سفر میں ہے

صحرا نوردی

راجہ نل نے نصیبوں کی مار سے پشکر کی جیت ہو گئی۔ یہاں تک کہ تخت و تاج بھی پشکر کے ہاتھ لگ گیا۔ جیتتے ہوئے پشکر نے بڑی مسرتوں سے بھرے لہجہ میں نل کو یوں مخاطب کیا۔

پشکر۔ اے نل جو کچھ تیرے پاس تھا وہ تو تو ہار چکا اب صرف ایک دمینتی رہ گئی ہے۔ آ اُسے بھی داؤں پر رکھ کر جوا شروع کر شاید اب بھی تیرا پانسہ راس پڑے اور تو جیتے۔

نل۔ نہایت غضبناک ہو کر ایسے فقرے نہ کہہ یہ تیر بن بن کر میرے دل میں چبھتے ہیں۔

پشکر: اچھا تو تو اپنے آپ کو یہاں سے نکال لے جا۔ ورنہ تیرے لیئے نہ

ہوگا۔ راجہ نل غصہ اور افسوس میں تھرتھراتا ہوا باہر نکلا۔ اس وقت اُس کے پاس سوائے اُس کے پہنے ہوئے کپڑوں کے اور کچھ نہ تھا اُس کے نکلتے ہی محلوں میں ماتم پڑ گیا۔ گلی کوچوں میں کہرام مچ گیا لوگ سر راہ پشکر کو کوسنے دے رہے تھے۔ مصیبت زدہ نل کی حالت سے ہر ایک کو ہمدردی تھی جو دیکھتا تھا ہائے کر کے رہ جاتا تھا۔ محلوں سے رونے پیٹنے کی دردناک آوازیں آرہی تھیں۔ شکنتلا نے راجہ نل کی آوارگی سے جب فکرمند دمینتی کو آگاہ کیا۔ وہ بلبلا اٹھی۔ اُس کے ڈاڑھیں مار مار کر رونے نے سارا محل سر پر اٹھا لیا۔ لونڈیاں الگ بین کر رہی تھیں۔ سہیلیاں ایک طرف بلک بلک کر آنسو بہا رہی تھیں۔ شکنتلا کا رانی کی بے قراری سے بُرا حال تھا۔ وہ محل جس میں کبھی ہُن برسا کرتا تھا اور خوبصورت باندیوں کی اچھل کود اور اچلاہٹ سے دھما چوکڑی مچی رہتی تھی ماتم کدہ بن گیا۔ آہو چشم حسین باندیاں آنکھوں میں آنسو بھرے نل کی مفارقت میں اپنا ماتھا کوٹ رہی تھیں۔ دمینتی پر مصیبتوں کا پہاڑ اچانک ہی کچھ اس طرح ٹوٹ پڑا تھا کہ اُس کے حواس بالکل پریشان ہو گئے تھے وہ حیران تھی کہ اب کیا کروں آنسو اس کی آنکھوں سے نکل نکل کر رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ شکنتلا بہت کچھ سمجھاتی تھی مگر بے سود بربادیوں کی سخت تکلیفوں نے مصیبت زدہ دمینتی کے کان کھول دیے تھے کہ اب لیٹ پیٹ کر رو رہی ہیں۔ باندیاں دور سے چلا چلا کر ڈاڑھیں مار رہی ہیں غمگسار شکنتلا اُس کو سنبھالتے ہوئے رو رہی ہے۔ مگر دمینتی کہے ”کہ جب اُس کے قدم محلوں سے باہر نکلنے پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ اور وہ اپنے ہمیشہ کے ساتھی ہارے ہوئے راجہ نل کا ساتھ دینے پر تیار دکھائی دیتی ہے“۔

شکنتلا۔ رو کر ابھی رانی ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

دمینتی - آنسوؤں کو پونچھ کر۔ لئے تمہیں کہاں لے جاؤں۔

شکنتلا - جہاں تم جاؤ گی۔

دمینتی - پیاری شکنتلا خبر ہے ۔ ہماری بربادیاں ہمیں کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھلوائیں گی ۔ تم ہمارے ساتھ چل کر کیا کرو گی۔

شکنتلا - ہائے ہم یہاں رہ کر کیا کریں گے۔

دمینتی - تو پیاری تم وہاں چلی جاؤ جہاں سے میرے ہمراہ اس ملک میں آئی تھیں۔

شکنتلا - اور تم وہاں نہ چلوگی

دمینتی - ایک ٹھنڈی سانس بھر کر۔ زمانے میں کس طرح جا سکتی ہوں۔

شکنتلا - کیوں آپ بھی اپنے باپ راجہ بھیم کے پاس چلی چلو۔

دمینتی - کانپ کر۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔

شکنتلا - کیوں نہیں ہو سکتا۔ رانی معلوم ہوتا ہے۔ تم دکھوں کو خود پسند کرتی ہو

دمینتی - پیاری شکنتلا، تم ٹھیک کہتے ہو مگر اب میں اپنے خاوند کے بس میں ہوں اور میرا فرض ہے کہ ان کی مصیبتوں میں ان کا ساتھ دوں

شکنتلا - میری اچھی رانی تم سے سفر کی مصیبتیں کس طرح اٹھائی جائیں گی تمہارا نازک بدن دھوپ کی گرمی سے کملا جائے گا تمہارے تلوے جنگلوں کے نکیلے کانٹوں سے چھلنی ہو جائیں گے پیاری تم بالکل کامنی ہو تمہیں میدانوں کی ہوائیں اور ریگستانوں کی لو جھلس کر رکھ دیں گی پیاس کے مارے تمہاری زبان میں کانٹے پڑ جائیں گے تمہارے پتلے پتلے ہونٹ بے تحاشا خشک ہو جائیں گے جن پر پڑنے والی

پیٹریاں اُن کی سُرخی کو سیاہی سے بدل دینگی۔ اے رانی تم نہ جاؤ۔ تم راجہ بھیم کی لاڈلی اور نازوں کی پالی لڑکی ہو۔ تم سے صحرانوردی اور بادیہ پیمائی کی مصیبت نہ دیکھی جائے گی۔

جب ہمدرد شکنتلا اچھی طرح سمجھا چکی۔ تو دمینتی نے اپنی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی پلکوں کو اٹھایا۔ اور ایک دفعہ اپنے آس پاس کھڑی ہوئی سہیلیوں کو دیکھا۔ اور ایک لمبی سی سانس کھینچکر شکنتلا کا ہاتھ جھٹک دیا۔ جو اُس کو سنبھالے ہوئے کھڑی تھی اور پھر تھوڑی دیر کے بعد یوں گویا ہوئی +

دمینتی۔ اے میرا بھلا چاہنے والی شکنتلا میں راجہ کے ہمراہ جہاں وہ جائے گا۔ جاؤں گی۔ میں دھرم سے گرنا پسند نہیں کرتی۔ مگر بنوں کی خطرناک منزلوں اور دشوار گذار راستوں کو طے کرتے ہوئے مصیبتوں کو پسند کرتی ہوں۔

ستم زدہ دمینتی نے اتنا کہا اور اپنا دامن شکنتلا کے نازک ہاتھوں سے چھڑا آپ محلوں سے باہر نکل آئی۔ دمینتی کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھ کر شکنتلا غش کھا کر زمین پر جا پڑی اور باقی کی سہیلیوں نے ڈھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا سہیلیوں کو تڑپتی ہوئی چھوڑ کر دمینتی وہاں پہنچی جہاں خانماں برباد راجہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا اپنی پیاری دمینتی کا انتظار کھینچ رہا تھا۔

ہائے اُس وقت شہر کے لوگوں کا ہجوم اُن کی غمگساری اُن کی ہمدردی آوارہ وطن راجہ کا ساتھ چھوڑتے ہوئے جھجکتی تھی۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ مصیبت زدہ راجہ اور رانی کا ساتھ دوں۔ خلقت تڑاتڑ آکر رہی تھی بچہ بوڑھے جوان دانتوں میں انگلیاں دے رہے تھے۔ کہ ہائے یہ راجہ نل اور یہ صحرانوردی۔ ظالم پشکر سے اتنا بھی نہ دیکھا گیا کہ کوئی گرتے ہوئے

راجہ کی ہمدردی کرے۔ اُس نے فوراً ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ کوئی نل کی کسی
طرح کی خاطر کرے گا۔ یا اُسے کسی طرح کا آرام پہنچائیگا تو ایک دم بغیر کسی
عذر سُننے کے کولھو میں پلوا دیا جائے گا۔ اس نادری حکم نے اور بھی اسے
مطعون خلائق بنا دیا۔ جب افسردہ دل نل کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے وہاں
ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنی دمینتی کو لے کر جنگلوں کا راستہ لیا۔
جاہ و حشمت سے خالی نام کا راجہ تین دن متواتر فاقوں کی مصیبتیں برداشت
کرتا ہُوا ایک ایسے جنگل میں پہنچا جہاں اُسے چند ایسے پرندے ملے جن کے
پر سونے کے اور کلغیاں جواہرات کی سی دکھائی دیتی تھیں نل کی طبیعت
ان کو دیکھ کر للچا گئی اُس نے اپنی دمینتی سے کہا۔

نل۔ پیاری دمینتی تم دیکھ رہی ہو کہ وہ پرندے کیسے خوبصورت ہیں

دمینتی۔ ہاں ان کے پر ایسے معلوم دیتے ہیں۔ جیسے سونے سے
بنے ہوئے ہوں۔

نل۔ بس آج یہ ہماری خوراک ہیں اور ان کے پر ہمیں دولت کا کام
دینگے

دمینتی۔ آزردہ ہو کر۔ بھلا ہمارے ایسے نصیب کہاں۔

نل۔ کیوں تمہیں اس طرح مایوس نہیں ہونا چاہئیے

دمینتی۔ ہائے اگر ہمیں یوں راہ چلتے دولت ملتی ہوتی تو ہم اپنا ہی
راج پاٹ کیوں کھو بیٹھتے؟

خدا جانے ان فقروں میں کیسا اثر تھا کہ دونوں کمھلا کر برباد ملک بلک
کر رونے لگے۔ جنگل کا سماں۔ بیابان کی ہُو۔ دھوپ کی گرمی۔ پانی کی
چاہ۔ بھوک کی شدت۔ ان پر نل اور دمینتی کی بیکسی ملے یہ جملہ
مصائب ایسے نہ تھے۔ جن سے نل اپنی متانت پر قائم رہتا۔ بھوک
اس کا کلیجہ کھُرچ رہی تھی۔ دمینتی پیاس اور موسم کے ناقابل برداشت صدمہ

کے سبب بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔ کئی دن سے اس کے منہ میں
ایک کھیل کا دانہ بھی اڑ کر نہیں گیا تھا۔ چلتے چلتے اُس کے پاؤں بالکل
سوج گئے تھے۔ آنکھیں نقاہت کے باعث پہروں کھلتی ہی نہ تھیں
اور اگر کھلتی تھیں تو اُن کا بند ہونا دشوار تھا۔

نل نیم مردہ دمینتی کی گرسنگی کی فکر میں تلملا رہا تھا۔ اس نے ان سنہرے
پروں والے پرندوں کو دیکھ کر ان کے پکڑنے کا ہاتھ نہ آیا تو فاقہ کش راجہ
نے اپنے کپڑوں کو اتار کر پرندوں کو پھنسانا چاہا۔ اور کپڑے دام کی
صورت بنا کر اس ترکیب سے ان پر ڈالے کہ وہ سب نیچے دب گئے
کامیاب راجہ بڑی خوشی سے آگے بڑھا۔ کہ اُن کو ایک ایک کر کے اپنے
قابو میں لائے۔ مگر راجہ کے پاس آتے ہی وہ پرندے مع کپڑوں کے
ہوا میں اُڑ گئے۔ راجہ نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر ایک پیش
نہ گئی۔ پرندے کپڑوں کو لئے ہوئے آسمان کی طرف جاتے ہوئے دکھائی
دیئے۔ اب ناکام راجہ اپنی طمع خام پر افسوس کرتا ہوا پلٹا تو اسے ایک
آواز سنائی دی کہ اے راجہ تجھے کپڑے پہنے ہوئے دیکھ کر ہمارا
دل کڑھتا تھا اس لئے ہم نے تجھے برہنہ کر دیا۔ جا اب اسی طرح جنگلوں
میں پھر ہم تیری اس حالت کو دیکھ کر نہایت شاد اور خورسند ہیں
مایوس راجہ نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ مگر اسے سوائے دمینتی کے
اور کوئی نہ دکھائی دیا۔ آخر اُس نے یہ خیال کیا کہ یہ پرندے دغا
کے پتلے پشکر کے بھیجے ہوئے تھے۔ جو سراپا دو ہے آزار ہے برہنہ نل
اپنی حالت پر تاسف کرتا ہوا حیران رہ گیا۔ اُس کی آنکھیں کبھی پرندوں
کی پرواز پر دوڑ جاتی تھیں۔ کبھی وہ اپنے کپڑوں کو حسرت کی نگاہ
سے دیکھ لیتا تھا۔ جب پرندے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے نل نہایت
نادم ہو کر آنکھیں نیچی کئے دمینتی کے پاس آیا۔ سو دمینتی نے اس حال میں

نل کو جو دیکھا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی +

نل۔ پیاری دمینتی ہم ایسے نہیں کہ کسی سے ہمیں فائدہ پہنچ سکے

دمینتی۔ (آنسوؤں کو پونچھکر) اے راجہ۔ کسی کا گلہ مت کر۔

نل۔ پیاری کیا کروں۔ پرندے میرے دشمن نکلے۔ اور پشکر جو میرا بھائی ہے اُس کے دوست نکلے۔

دمینتی۔ خاموش تمہارے بھائی پشکر نے ہمیں برباد نہیں کیا۔ بلکہ ہم اپنی بربادی کے آپ باعث ہیں۔

پیارے ناظرین ظالم پشکر جس کے ہتکنڈوں نے نکھدیش کے راجہ نل کا یہ حال کیا ہے۔ وہ اصل میں عقل سے گرا ہوا راجہ نل کا سگا بھائی تھا۔ افسوس سخت دلی اور بے دردی میں وہ یوسف کے بھائیوں سے بھی بڑھکر نکلا۔ نل کو بے سروسامان نکلتا ہوا دیکھکر اس کے دل میں ذرا بھی ٹیس نہ لگی اس نے پرواہ ہی نہ کی۔ کہ کون آوارہ وطن ہوکر دربدر پھرنے والا ہے۔ بلکہ اس نے بڑی سنگدلی سے یہ حکم جاری کر دیا۔ کہ جو کوئی نل کی مہمانی کرے گا۔ وہ جان سے مارا جائیگا۔ اصل میں پشکر کی بھی کچھ خطا نہ تھی۔ بلکہ اُس سے ایسے ایسے سنگدلی کے کام لینے والا سنگدل کلجگ تھا۔

جب نل بالکل برہنگی کی حالت میں ہاتھوں سے اپنا جسم چھپائے دمینتی کے قریب کھڑا ہوا تھا تو دمینتی سے اس کی خستگی نہ دیکھی گئی اُس نے اپنی ریشمی ساڑھی کا پلہ پھاڑ کر اپنے پیارے خاوند کو دیا۔ تاکہ وہ اپنے بدن کو چھپا کر باقی کی کٹھن منزلوں کو طے کرنے کیلئے آمادہ ہوجائے۔ نل نے جب پھٹے ہوئے پلے سے اپنا بدن ڈھانک لیا۔ تو دونوں کراہتے ہوئے اٹھے اور جنگلوں کے دشوار گذار راستوں کو طے کرنے لگے۔ متواتر کئی دن کی کڑی راہ میں طے کرنے کے بعد وہ ایک ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں سے چار راستہ پھوٹ کر مختلف ملکوں کو جاتے تھے۔ یہاں پہنچتے ہی نل نے قیام کیا اور اپنی

گرسنگی کو جنگل کے پھلوں اور چشموں کے پانی سے بجھایا - اور ادھر ادھر دیکھکر کہنے لگا - کہ

نل :- اے دمینتی ! آؤ اب ہم وِند کو چلیں - کیونکہ یہ جگہ رشیوں کے آشرم ہونے کیوجہ سے نہایت راحت افزا اور متبرک ہے -

دمینتی - اے راجہ تم میرے پتی ہو جہاں چلوگے میں تمہارے ساتھ ہوں -

نل - اور یہ جو دوسرا راستہ دکھائی دے رہا ہے - اے دمینتی یہ وِدربھ ملکوں کو جاتا ہے -

دمینتی - بالکل خاموش -

نل - اور یہ جو ہمارے داہنے ہاتھ کیطرف سے راہ نکلی ہے یہ کوسل ملکوں کو جاتی ہے "

دمینتی - افسردہ ہوکر - جاتی ہوگی - ہم سے کیا -

نل - اے پیاری دمینتی یہ چوتھی راہ دکن کے ملکوں میں پہنچاتی ہے -

دمینتی - رُک کر اے راجہ تم مجھے تمام راستوں سے کیوں آگاہ کرتے ہو

نل - ٹھنڈی سانس بھرکر - پیاری اس لئے کہ شاید تم اپنے باپ کے راج میں جانا چاہو تو یہیں سے باسانی پہنچ سکتی ہے -

دمینتی - اور تم مجھے چھوڑ کر الگ ہو جاؤ - کیوں - ؟

نل - نہیں نہیں میں تم کو کسی طرح بھی جدا کرنا نہیں چاہتا - لیکن تمہاری مصیبتیں بھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا -

دمینتی - مضطرب ہوکر - اے راجہ تمہاری باتیں سن سن کر میرا دل کانپتا ہے - اب میں تمہیں اس حال میں چھوڑ کر کہاں چلی جاؤں -

نل - اے دمینتی اپنے راجہ بھیم کے یہاں چلی جاؤ - وہاں پہنچکر تم پڑنے والی آفتوں سے محفوظ رہوگی

دمینتی۔ میرا دل تو نہیں کرتا۔ کہ میں تم کو چھوڑ کر کہیں جاؤں مگر تم مجھ کو خود اپنے سے الگ کرنا چاہتے ہو؟

نل۔ پیاری دمینتی میں مرتے دم تک بھی تم کو جدا ہونیکی اجازت نہیں دے سکتا۔ بغیر تمہارے میرا سفر کتنا دشوار ہو جائیگا۔

دمینتی۔ اگر تم مجھکو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ تو دوسرے ملکوں کا راستہ کس لئے بتلاتے ہو۔ میں جانتی ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ مگر مصیبت کے سبب تم مجھے الگ کرنے پر راضی ہو۔

نل۔ نہیں نہیں پیاری دمینتی میں تمہیں کبھی بھی الگ نہ کروں گا۔

دمینتی۔ اے راجہ سنو مصیبت زدہ مرد کا اگر کوئی مددگار اور ہمدرد ہے تو وہ اس کی عورت ہے۔ عورت ہی ایک سچی مونس اور برے وقت میں کام آنے والی رفیق ہے۔ ورنہ تم خود سمجھ سکتے ہو کہ تم اپنے بھائی کے ہاتھوں کس درجہ کو پہنچے۔

نل۔ بیشک میں اچھی طرح یقین کرتا ہوں۔ سوائے تمہارے میرا کوئی نہیں؟

دمینتی۔ اگر تمہارا خیال ہے۔ کہ میں اپنے رشتہ داروں کے پاس چلی جاؤں تو یہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہاں تم بھی چلو تو خیر۔

نل۔ پیاری دمینتی جسطرح تمہارا باپ راجہ ہے۔ اسی طرح کا میں تھا۔ میں وہاں نہ جاؤں گا۔ بلکہ یونہی دربدر جنگل کی ہوا کھاتا ہوا تمہاری تکلیفوں کو بڑھاؤں گا۔

دمینتی۔ تو میری طرف سے تم مطمئن رہو میں ہر ایک طرح مصیبتیں برداشت کرنے کے لئے تیار رہوں؟

غم زدہ دمینتی کی تکلیفوں کے برداشت کرنے والی طبیعت نے نل کا ساتھ دینے پر کیسی ہمت باندھی اور اچھی طرح سمجھا دیا کہ پیارے

شوہر کا بیکسی کیوقت ایک دکھیاری رانی کس طرح ساتھ دے سکتی ہے۔ نکھدیس کے راجہ نل نے بھی اُن کے ہمدردانہ برتاؤ کی تعریف کی۔ اور اپنے دکھوں میں کام آنیوالی رانی کو سوتے کر آگے چل دیا۔

ساتواں باب

سیاہ بختی میں کب کوئی کیسکا ساتھ دیتا ہے؟
کہ تاریکی میں سایہ بھی جُدا رہتا ہے انسان سے

خطرناک جنگل

سورج نصف النہار کی گرمی سے پھولوں پتوں کو کملا اور بہتے ہوئے چشموں کو کھولا رہا ہے۔ پرندے ہانپتے اور اپنی منقاریں کھولتے ہوئے درختوں کی گھنی شاخوں میں گھُسے جا رہے ہیں۔ درندوں نے اپنے جسموں کو آدھا آدھا گیلی زمینوں میں گاڑ رکھا ہے۔ دوپہر کی سخت دھوپ اپنی ناقابل برداشت گرمی سے شیروں اور چیتوں کو دریاؤں کیطرف بھاگنے پر مجبور کر رہی ہے۔ گرم گرم ہواؤں کے تکلیف دہ جھونکے فراٹوں سے چلتے اور بدن میں چنگاریاں لگاتے ہوئے۔ درختوں میں غائب ہو جاتے ہیں۔

اس وقت سایہ کی تلاش میں بیتاب ہوئے نل اور دمینتی ایک برگد کے چتنھارے درخت کے نیچے پہنچی۔ اور دھوپ سے گھبرائے ہوئے دلوں کو اُس کے سایہ کی ٹھنڈک سے آرام دینے لگے۔ راستہ کی تھکاوٹ نے انہیں کچھ ایسا چور کر دیا تھا۔ کہ وہ درخت کے نیچے بیٹھتے ہی اونگھنے لگے۔ گردش فلک ستائی ہوئی دمینتی کو اس طرح گھاس پر نیند میں بھرے ہوئے بیٹھے دیکھکر راجہ نل نے کہا:-

نل اے پیاری دمینتی تم بہت تھک گئی ہو۔ ذرا لیٹ کر آرام کر لو۔

دمینتی ہاں مجھ میں اب ایک قدم چلنے کی بھی طاقت نہیں۔

نل کیا کریں ہمیں مصیبتوں نے تباہ کر ڈالا۔ ہم وہ ہیں جن کا ٹھکانا نہ زمین پر ہے۔ نہ آسمان میں ہے۔ دنیا آرام سے اپنی زندگی گذار رہی ہے۔ ہم جنگلوں میں بے آب و دانہ بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

دمینتی۔ اے راجہ شدنی ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

غم زدہ دمینتی نے بھرائی ہوئی آواز میں اتنا کہا اور زیادہ اونگھنے لگی۔ ادھر نل بھی مٹی کے ڈھیر سے ڈھاسنا لگا کر سو گیا۔ دمینتی تو بسبب تھکاوٹ کے لیٹتے ہی خراٹے بھرنے لگی۔ مگر نل اپنی مصیبتوں کو یاد کر کے کروٹیں بدلتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں نیند تھی۔ لیکن وہ نہ سو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کو اپنے بچھڑے ہوؤں کا خیال آ آ کر ستاتا تھا اور اپنی حکومت کے کھو جانے پر اُسے ازحد افسوس ہوتا تھا۔ دمینتی کی بیکسی کو دیکھ دیکھ کر بھی وہ نالاں تھا۔ کہ ہائے یہ محلوں کی رہنے والی رانی میرے ساتھ جنگلوں میں کس مایوسی کیساتھ پھر رہی ہے۔ اس کا دل بھر آتا تھا۔ جب حرمان نصیب دمینتی کے نازک جسم کو وہ دھوپ میں جلتا ہوا دیکھتا تھا۔ وہ اپنی چاند سی وفادار معشوقہ کیحالت پر کڑھتا تھا۔ وہ کبھی یہ بھی دل میں خیال کرتا تھا۔ کہ اگر دمینتی اب بھی میرا ساتھ

ساتھ چھوڑ دے۔ تو اُس کی مصیبتیں بھی کچھ کم ہو سکتی ہیں۔ بلکہ یہ اچھی طرح محلوں کی رانی کہلا سکتی ہے۔ ہائے! یہ میرا ساتھ نہ چھوڑے گی۔ اور مصیبتوں سے نہ چھوٹیگی اُس وقت نل کے خیالوں نے اُسے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اب وہ کسی اور ہی دھُن میں ہے۔ اُس کی آنکھوں کی بیرخی بتلا رہی ہے۔ کہ وہ بالکل دیوانہ ہو گیا ہے۔ اُس خیال میں وہ وہ باتیں آ رہی ہیں۔ جو بالکل مصیبت زدہ دمینتی کے دکھوں کو اور بھی بڑھا دینے والی ہیں۔ ہائے وہ کچی نیند سے بالکل بیداری کے عالم میں آگیا ہے تو وہ کھڑا ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

نل۔ دل ہی دل میں۔ بس دمینتی کی مصیبتیں میرے دم کے ساتھ ہیں جہاں میں نے اس کا ساتھ چھوڑا۔ اور یہ اپنے باپ کے یہاں گئی۔ بس پھر اس کے لیے چین ہی چین ہے۔ یہ ضرور تنہا ہونے پر اپنے باپ راجہ بھیم کے پاس چلی جائیگی۔ اور پھر میں دمینتی کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جاؤں گا اب مجھے لازم ہے۔ کہ میں اسے یہیں سوتا ہوا چھوڑ کر کسی طرف چلا جاؤ خارج العقل راجہ نل کے اس بودے خیال کو تقویت ہو گئی۔ اور وہ سوئی ہوئی دمینتی کے مرجھائے ہوئے چہرہ کو اچھی طرح دل بھر کر۔ دیکھتے ہی ایک طرف چلا گیا۔ ہائے سنگدل نل تو نے اُس دمینتی کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ تو نے اُس کی بیکسی پر ذرا بھی ترس نہ کیا۔ جس نے تجھے اندرلوک کے دیوتاؤں سے اچھا اور افضل سمجھکر انتخاب کیا تھا۔ اور تو ہنسوں کے ذریعہ جس کے حُسن کا معترف ہو چکا تھا۔ دیوانہ نل اپنی اچھی رانی کو خاک پر سوتا ہوا چھوڑ کر ابھی کوئی سو قدم ہی گیا ہو گا کہ اسے ایک خیال نے آکر پھر پیچھے مڑنے پر مجبور کیا۔ اس وقت اس کے حواس میں کچھ عقل کا کرشمہ بھی دکھائی دے رہا ہے۔ وہ نہایت سنجیدگی کی حالت میں خاک پر پڑی ہوئی دمینتی کے پاس آیا۔ اور اُس کی صورت دیکھ کر زار زار رونے لگا۔ +

نل - پیاری دمینتی جان سے زیادہ عزیز دمینتی میں تمہیں چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتا ہوں۔ پیاری اٹھو اور تم مجھے اجازت دو گہ میں چلا جاؤں۔ پیاری دمینتی میرے الگ ہونے پر تم اپنے باپ کے پاس چلی جانا۔ وہاں تم آرام سے رہو گی۔"

نیند کی ماتی دمینتی نے نل کی ایک بات بھی نہ سُنی - اور وہ کروٹ بدل کر پھر صحرائی نیند کے مزے لینے لگی۔

نل - کھڑا ہو کر۔ اچھا تو میں جاتا ہوں۔ ہائے میں کیونکر جاؤں۔ جب تم اٹھو گی اور مجھے نہ دیکھو گی - تو اِس نرجن بن میں اکیلی کیا کرو گی - پیاری یہاں تو شیروں کے مسکن اور چیتوں کے غار ہیں ہائے وہ تم کو زندہ نہ چھوڑینگے۔"

نل نے اتنا کہا۔ اور پھر رونے لگا - اِس وقت وہ بالکل دیوانوں کیطرح باتیں کر رہا ہے - نہ تو وہ دمینتی سے الگ ہونا چاہتا ہے - اور نہ ہی دمینتی کیساتھ رہنا چاہتا ہے - نل کے خیال نے اُسے ایسی کشمکش میں ڈال رکھا ہے - کہ نہ تو وہ اپنے راستہ جا سکتا ہے - اور نہ وہ دمینتی کا ہم سفر بن سکتا ہے نل اِسی طرح کئی بار آیا اور کئی بار چلا گیا - مگر نل کے اُس خیال نے جو - دمینتی کی مفارقت پر تلا ہوا تھا - نل کو مغلوب کر لیا - اور اُس نے آخری بار پھر بیکس دمینتی کے چہرہ کو غور کی نگاہ سے دیکھا اور تھوڑی دیر تک پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا - بعد ازاں اس خاک پر پڑی ہوئی رانی کو سوتا ہوا چھوڑ کر بھاگ گیا۔

آٹھواں باب

کبھی مصائب دشت الم نہ بھولوں گا
تمام نوک زبان ماجرا خار ہوا

"ہائے دمینتی اکیلی رہ گئی"

پیارے ناظرین۔ مردوں کو بدنام کرنے اور عورت کو دغا دینے والا بیوفا راجہ نل کہاں ہے۔ اُس کی جھوٹی تسلیاں اور فضول دمبازیاں کہاں گئیں اُس کی سچی محبت جس سے وہ دمینتی کو پیاری دمینتی کہا کرتا تھا۔ کیا ہوئی وہ جھوٹا عاشق۔ بزدل ساتھی۔ زبانی باتیں بنانے والا ہمدرد کہاں گیا۔ ہائے وہ بھاگ گیا۔ اُس نے دوہرب ملک کے شہ زور راجہ بھیم کی راج کنیا کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ افسوس اُسے ترس نہ آیا کہ وہ کس طرح اپنی چاہتی اور جان سے زیادہ عزیزہ رانی کو یوں بے خبر سوتا ہُوا چھوڑ کر چلا گیا۔ اوف مصیبت زدہ دمینتی کی حالت دیکھ کر پتھر کا دل بھی پانی ہُوا جاتا ہے۔ وہ اسی طرح تکان کے سبب جنگل کے مہیب درخت کے نیچے نیند میں پڑی ہوئی ہے۔ افسوس نہ تو اس کو

کوئی جگانے والا ہے۔ اور نہ ہی اُس کی حالت پر ترس کھانے والا ہے وہ بے یار و مددگار ڈراؤنے بن کی ناہموار زمین پر پڑی ہوئی مست خواب ہے۔ اور جلتی ہوئی گرم لوئیں اُس کے بالوں کو چھیڑ چھیڑ کر اُسے جگا رہی ہیں۔ ہائے غضب ہو گیا۔ دمینتی نے کروٹ لی اور آنکھیں مل کر اپنے دہنے پہلو پر نثار ہو وانکھڑیوں کو ڈالا۔ اوف کس قیامت کا سامنا ہے۔ اُسے اُس کا پہلو خالی ملا۔ اور وہ تلملا کر یک مخت ہی اُٹھ بیٹھی۔ اب کیا تھا۔ اُس کی بیتاب نگاہوں نے اونچے اونچے درختوں کے موٹے موٹے تنے دیکھے گھبرائے ہوئے نل کو نہ دیکھا۔ اب وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جنگل کے چپہ چپہ پر نظر ڈال رہی ہے۔ مگر اُسے نل کی اچھی صورت کہیں دکھائی نہ دیتی۔ ہائے وہ آدھی ساڑھی لپیٹے ہوئے ادھی اور بیتابانہ وار ادھر اُدھر دیکھ دیکھ کر یہ کہنے لگی۔

دمینتی۔ رو کر۔ اے راجہ تم کہاں ہو۔ کیا تم مجھے ڈرانے کے لئے کسی موٹے درخت کی آڑ میں چھپ بیٹھے اے نکھدیس کے والی آؤ اور اپنی پیاری دمینتی کو درشن دو (جواب نہ پاکر) اے راجہ تم۔ مجھے کیوں چھوڑتے ہو۔ میں نے ایسا کون سا قصور کیا۔ جس کی۔ پاداش میں مجھے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ اے ارجن آؤ اور اپنی دمینتی کو چھاتی سے لگا کر اس کے خوف کو دور کر دو۔ دمینتی نے اتنا کہا۔ اور زار و قطار رونے لگی۔ اُس کی گریہ و زاری پر جنگل کے درخت تاسف کر رہے تھے۔ پرندے نالاں تھے۔ جب وہ ڈھاڑیں مار مار کر روتی تھی۔ بڑے بڑے قوی درندوں کے دل بھر آتے تھے۔ ہائے وہ دمینتی۔ جس نے کبھی محل سے قدم بھی نہ نکالا تھا۔ آج اُس پر خطر جنگل میں نل کی جدائی میں بلک رہی ہے۔ جہاں اُس کی فریاد سوائے شیروں۔ ہرنوں۔ ہاتھیوں۔ گینڈوں اور بھیلوں کے سننے والا

کوئی اور نہیں نالاں کناں دمینتی اپنی جگہ سے چلی - اور جنگل کے درختوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے یوں کہنے لگی -

دمینتی - روکر - اے بید کے اونچے اور سیدھے تو تم نے نکمدیش کے راجہ میرے خاوند نل کو دیکھا ہے - ہائے تم بتلاؤ کہ وہ چوڑے چوڑے سینہ اور مضبوط بازؤں والا راجہ کہاں ہے - اے سنبل کے درختوں تم نے گنگھرالے بالوں والے نل کو بھی دیکھا ہے - ہائے مجھے کوئی میٹھی بات کہے - کہ ہاں میں نے تیرے نل کو دیکھا ہے - اور وہ وہاں ہے - میں اس زبان اور اس گفتگو کے نثار ہو جاؤں گی - ہائے میں اس کا تمام عمر احسان نہ بھولوں گی - جو مجھے میرے راجہ کا پتہ بتلائے گا - فلک ستائی دمینتی گھنے جنگلوں کی دشوار گذار ڈنڈیاں ابھی طے بھی نہ کرنے پائی تھی کہ ایک گنجان جھاڑی کو چیرتا ہوا ایک خونخوار اژدھا نکلا - نازک دل کی دمینتی اسے دیکھتے ہی کانپ گئی اس کا دل لرزنے اور بدن تھرتھرانے لگا -

دمینتی - سہمی ہوئی - آواز میں - اے راجہ مجھے چھڑاؤ - یہ ظالم اور میری جان کا دشمن اژدھا میرے کھانے کے لئے چلا آرہا ہے +

اے بھولی بھالی ستم زدہ دمینتی اب راجہ کہاں اور تو کہاں تو ایک خونخوار جانور کا کھاجا ہونے والی ہے - غریب دمینتی ہوش کر اور ہمت سے اپنے آپ کو بچا - دیکھ اژدھا تجھے نگلنے کے لئے - تیری چھاتی پر چڑھا آرہا ہے - اور تو بے وفا راجہ کو یاد کرتی ہے افسوس اژدھا قریب آگیا اور اس نے دمینتی کو آدھا نگل لیا ابھی اس کی خواہشوں کے مطابق دمینتی ٹھکانے نہیں لگنے پائی تھی کہ سامنے سے ہرنوں کا شکاری جو اپنے شکار کی گھات میں رستہ بھول کر ادھر آنکلا تھا - آگیا - اور اس نے اژدھے کی بیرحمی کو ر-

بغور دیکھ کر اپنا بھالہ اس زور سے اس کے مارا کہ اس کا منہ سے لیکر کلہ تک پھٹ گیا۔ اور اس نے درد کے باعث دمینتی کو چھوڑ دیا۔ نیم مردہ دمینتی بیہوشی کے عالم میں ایک طرف ڈال دی گئی۔ ادھر شکاری اژدھے کا کام تمام کرکے دمینتی کیطرف متوجہ ہوا۔

شکاری۔ ہائے کیسی نازک اندام اور حسین عورت ہے کسی راجہ کی رانی ہے۔ مگر اس خطرناک جنگل میں آئی کیوں۔

ہائے اگر میں تھوڑی دیر اور نہ پہنچتا۔ تو بے شک یہ لقمۂ اجل ہو جاتی۔ ہائے اس کی صورت کیسی دلکش اور پیاری ہے۔ اس کو کسی طرح ہوش میں لانا چاہیئے۔

شکاری نے اپنی حکمت عملی سے دمینتی کو خبردار کیا۔ اور کچھ کھلا کر اسے اس قدر توانا کر دیا۔ کہ وہ اپنی سرگذشت مفصل طور سے بیان کر سکے۔

شکاری۔ تم کون ہو۔

دمینتی۔ رو کر میں کیا کہوں کہ کون ہوں۔

شکاری۔ گھبراؤ مت۔ اب تم ایک رحم دل اور قدردان ہاتھوں تک پہنچ گئی ہو۔

دمینتی۔ بات کو نہ سمجھ کر۔ میں دمینتی نکھدیش کے راجہ پرسین کی بہو اور راجہ نل کی چاہتی بی بی ہوں

شکاری۔ اور تم اس جنگل میں کس طرح آ گئیں"

سادہ دل دمینتی نے اپنی ساری سرگذشت شکاری کو سنا دی پہلے تو وہ نہائت حیرت میں ڈوبا رہا۔ پھر دمینتی کے مرجھائے ہوئے حسن پر فریفتہ ہو کر زبان سے کچی کچی باتیں نکالنے لگا۔ موٹی عقل والے شکاری کی طرز گفتگو نے دمینتی کے دل پر اچھا اثر نہ کیا۔ اس۔

نے اُس کی بھدی باتوں سے معلوم کر لیا۔ کہ یہ دغا باز اور عصمت میں ہاتھ ڈالنے والا شخص ہے۔ غصّہ میں بھری اور اپنے خاوند کے راج سے نکلی ہوئی دمینتی نے جب دیکھا۔ کہ میری گفتگو کچھ کام نہیں کرتی۔ اور یہ درپئے آزار ہی ہے۔ تو اُس نے چالاکی سے اُس کے بہلانے کو اپنے قابو میں لاکر اس کا کام تمام کر دیا۔ اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گر گیا

ناواں باب

مناسب ہے ارمان دِل سے نہ نکلے
اکیلے میں گھبرائے گا دم کسی کا

نل کی تلاش

شکاری کا خاتمہ کرکے۔ نل کو ڈھونڈتی ہوئی دمینتی جنگل کے خطرناک راستوں میں مردانہ وار پھرنے لگی۔ مصیبتوں کے تابڑ توڑ آپڑنے نے اس کی کلفتوں کو بڑھا دیا تھا۔ مگر نل کی یاد میں کسی قسم کی کوئی رخنہ اندازی نہیں ہونے دی تھی۔ وہ اپنے ارمان بھرے دل میں نل کی یاد کو محفوظ رکھے ہوئے پھر رہی تھی۔ بلکہ وہی اُس کی زندگی کا سہارا اور اس کے سفر میں رہبری کا کام دیتی تھی۔ زمانہ کے ہاتھوں سے تنگ

آئی ہوئی دمینتی جنگل کے مختلف قسم کے درختوں کو دیکھتی۔ اور دریاؤں
کی روانی پر اپنی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی نگاہیں۔ ڈالتی جنگل کے اندرونی
پُرخطر حصے میں سفر کرنے لگی۔ افسوس وہ ہرب دیس کے راجہ کی لاڈلی
لڑکی گولر کے پیڑ کے نیچے کھڑی ہو کر حزن وملال کو آنسوؤں کے ذریعہ
خارج کر رہی ہے۔ لمبے اس بھیانک اور دہلا دینے والے جنگل میں اس کا
کوئی ساتھی نہیں۔ اس کے دکھوں میں شریک ہونیوالا سوائے اس کی اپنی
بے کسی کے اور کوئی نہیں۔ اوف وہ مایوس رانی نکھدیس کے راجہ
کی مفارقت میں گولر کے پیڑ کو مخاطب کر کے یہ بین کر رہی ہے۔
دمینتی۔ اے اونچے اور سب کچھ دیکھنے والے درخت تبلا کہ میرا
پیارا نل کہاں ہے۔ لمبے وہ گولر کا پھول ہو گیا۔ کیا اب وہ مجھ سے
بالکل نہ ملے گا۔ کیا اب میں یونہی تنہا جنگلوں میں پھرا کروں گی۔ اے
دریاؤں کی بہتی ہوئی موجو تم نے اپنی سطح پر سفر کرتے ہوئے کہیں
میرے نل کو نہیں دیکھا۔
خانماں برباد دمینتی اس طرح بلبلاتی ہوئی پھر رہی تھی جیسے اپنے ہرن
سے بچھڑی ہوئی ہرنی۔ یا عقاب سے بچھڑی ہوئی عقاب کی مادہ اس
وقت۔ یہ شجر شجر کے نیچے کھڑی ہو کر اپنی مجنونا اور اوکھڑی اکھڑی
گفتگو سے درختوں کا دل بھی ہلائے دے رہی ہے۔ ہائے اس کی بیقراری
اور آہ وزاری سے پرندوں کا دل امنڈا چلا آ رہا ہے۔ وہ اسی طرح شور
کرتی اور زندر بن کر شیروں کیطرف جاتی ہوئی۔ یہ کہتی ہے۔
دمینتی۔ اے بنوں کے بادشاہ آؤ اور مجھے کھا لو۔ یا میرے راجہ نل کا
پتا بتاؤ۔ ہائے شیر میری طرف اپنی خونی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مگر بولتا
نہیں۔ اے سر کے تاج اے نکھدیس کے تخت کو زیب دینے والے
پتی۔ تم کہاں ہو۔ اور مجھے بچاؤ۔ شیر منہ کھول کر مجھے کھانا چاہتا ہے

آپ مجھے کیوں نہیں پہچانتے۔ اے نل میرے ساتھ جھوٹا برتاؤ کیوں کرتے ہو۔ ہائے تم تو کہتے تھے۔ کہ میں کبھی نہ چھوڑوں گا۔ پھر آپ مجھ اکیلی کو کیوں چھوڑ گئے۔ اے راجہ اپنے قول کو یاد کرو۔ کہہ کر نہ کرنا مردوں کا کام نہیں۔ دمینتی نے اپنی لرزتی ہوئی آواز میں اتنا کہا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ افسوس ؎

گیا گریہ بے اثر ہے حاصل

اس رونے پہ ہنستو رہے ہیں

اے دمینتی اٹھ آنسوؤں کو پونچھ۔ درختوں اور درندوں کے آگے رونے سے فائدہ۔ پیاری اپنے دل کو سنبھال۔ ضبط سے کام لے بسنگدل۔ بھاگے ہوئے راجہ کا پتا کوئی خدا پرست انسان ہی بتلائے گا۔ یہ جانور اور جنگل کے درخت تیری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ اے ودربھ ملک کے طاقتور راجہ بھیم کی بیٹی تو اپنا دل آ دھا کر اٹھ۔ اور ان خطرناک جنگلوں کو طے کر کے کسی آباد ملک میں پہنچ درد مند دمینتی اپنے آنسوؤں کو پونچھتی ہوئی چلی اور قدموں سے گز۔ گزوں سے میل۔ اور میلوں سے کوس طے کرنے کے بعد وہ ایک بلند پہاڑ کی ترائی میں پہنچی۔ ہائے اس وقت یہ پہاڑ کی ہیبت ناک شکل دیکھکر پھر بلکنے لگی۔ ہائے سادہ دل دمینتی جس نے کبھی خواب میں پہاڑ نہ دیکھے تھے۔ وہ پہلے تو دیکھکر حیران ہو گئی بعد ازاں اس نے خیال کیا۔ کہ یہ کوئی دیوتا ہے۔ اور وہ اس کو طاقت والا جسم سمجھ کر اس سے التجا کرنے لگی۔

دمینتی۔ اے آسمان سے ملے ہوئے اونچے وجود تو جانتا ہے۔ کہ وہ خوبصورت پاک سچ بولنے اگنی ہوتر کرنے۔ اور پرجا کا پالنے والا میرا پتی راجہ نل کہاں ہے۔ میں اپنے شام درن اور سندر پتی کو ڈھونڈتی ہوئی یہاں تک آئی ہوں۔ اے درختوں سے بھرے اور اونچے مقام پر رہنے والے پہاڑ کی

ہری ہری چو ٹو بتلاؤ۔ کہ تم نے کہیں میرا نل دیکھا ہے۔ ہائے جب نمینتی
کو کوئی جواب نہ ملا۔ تو وہ روتی اور بلکتی ہوئی شمال کی سمت چل پڑی
کئی دن تک یونہی آوارہ و سرگرداں چلے جانے کے بعد بیر دگن دمنتی۔
ایک ایسے جنگل میں داخل ہوئی۔ جس میں اکثر تارک الدنیا فقیر اور خدا پرست
انسان اپنی ریاضتوں کو باقاعدہ جاری رکھنے کے لئے رہا کرتے تھے۔ اور
وہ تپوبن کے نام سے مشہور تھا۔ طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرنے
والی دمنیتی جب ایسے متبرک مقام پر پہنچی۔ تو اس کی بیتاب نگاہوں نے
سب سے پہلے چند ایسے تارک الدنیا جوگیوں کو دیکھا۔ جن کے چہرے
سے ریاضت کا جلال برس برس کر سارے جنگل کو منور کر رہا تھا۔ اُن
کے خاک آلودہ جسم اور بے پرواہ دل بتلا رہے تھے۔ کہ انہیں
دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ اُن دنیا پرستوں کی حقیر جماعتوں میں
سے نہیں۔ جو دکھلاوے کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں کی گپھاؤں میں زندگیاں
گذراتے ہیں۔ مگر باطن میں اُن کا خیال اُن کا دل دنیاوی الجھنوں اور
مختلف تفکرات میں ایسا اُلجھا ہوا رہتا ہے۔ جس طرح زیادہ خاندان اور
تعلق والے مقروض انسان کا۔ یہ جوگی دنیاوی خواہشوں کو لات مار کر
بالکل دنیا سے الگ اور ایک نئی دنیا میں پڑے ہوئے دکھائی دے
رہے ہیں۔ فلک ستائی دمنیتی جب بن کی دشوار گذار ڈنڈیوں کو طے
کرکے اِن فقیروں کے پاس پہنچی۔ تو اس نے سب کو مراقبوں میں دیکھا
پہلے تو وہ ان کے طرز دیکھ کر کچھ متعجب سی ہو گئی۔ جو اس کی نا تجربہ
کاری اور بالکل الہڑپنے کے مناسب تھا۔ مگر بعد ازاں وہ خود با نہ
طور سے ایک طرف کھڑی ہو کر اُن کی ریاضت کے انداز اور خدا سے
واصل ہونے کے طریقہ دیکھنے لگی۔ ابھی دمنیتی اُن کو اپنے اپنے مراقبوں
میں بے حس و حرکت پاکر متحیر ہو رہی تھی۔ کہ تپ کرنے والے فقیروں

میں سے ایک نے آنکھیں کھولیں اور اس کملائی ہوئی حُسن کی دیوی دمینتی کو جو نہائت ہی بیکسی کیحالت میں کھڑی ہوئی اُن کی بند کی ہوئی آنکھوں پر باین خیال آنکھیں گڑائی تھی کہ کہیں یہ جلدی کھلکر مجھ پر نظر عنایت کریں۔ دیکھا! سادھو کی نگاہیں دمینتی پر پڑتے ہی دنگ رہ گئیں۔ وہ ایسی خوبصورت مگر دکھوں میں بھری ہوئی رانی کو دیکھکر بھوچکا سا ہو گیا کہ ایں یہ خطرناک بن۔ اور یہ مصیبت زدہ کملائی ہوئی نازک رانی کہاں! ابھی اس سادھو کی حیرانی رفع بھی نہو نے پائی تھی کر دوسرے جوگیوں نے بھی مراقبہ سے فراغت پائی اور وہ سب کے سب متحیر اور مہربان ہو کر فلک ستائی دمینتی کیطرف متوجہ ہوئے۔

پہلا۔ اے سندر اور دلوں کو تسخیر کرنے والی عورت تو کون ہے؟

دوسرا۔ اے دلکش حسن والی تبلا کہ ہم تیرے لئے کیا کر سکتے ہیں؟

دمینتی۔ آہ بھر کر آپ اس بن اور اپنے کام میں ہر طرح خوش ہیں؟

پہلا۔ ہاں یہاں ہر طرح کا آرام ہے۔ مگر ہم تجھے دیکھکر حیران ہو رہے ہیں کیا تو ہمالہ کے متبرک پہاڑوں کی کوئی برگزیدہ دیوی تو نہیں۔

دمینتی۔ اے دنیا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے والوں۔ خدا پرستو نہ تو میں کسی پہاڑ کی دیوی۔ اور نہ میں دریاؤں کے بیچ مندر بنا کر رہنے والی عورت ہوں۔ بلکہ آپ مجھے دکھیارہی۔ اور تکلیفوں سے گھبرائی ہوئی مخلوق تصوّر کریں۔ میں اچھی طرح کہہ سکتی ہوں۔ کہ ودہرب دیسوں میں جو بھیم نام راجہ ہے۔ میں اُس کی لڑکی اور نکھدیس کے راجہ ویرسین کے بیٹے نل کی دولاری اور جانثار بی بی ہوں۔ افسوس اُس کو کم عقل آدمیوں نے نل کر جوئے میں جیت لیا۔ میں اور وہ خانماں برباد ہوتے ہوئے جنگلوں میں آوارہ پھرنے کے بعد ایک دوسرے سے بھی جدا ہو گئے۔ اے بیچے

اور سب کچھ جاننے والو بزرگو میں دمینتی ہوں۔ اور اپنے پیارے خاوند کے
دیدار کے لئے بیقرار ہو کر اس کو ڈھونڈتی ہوئی پھرتی ہوں۔ اگر آپ نے
کہیں اپنے تپوبن میں دیکھا ہو تو مجھے بتلائیے۔ اے پاک اور رحیم دل
والے جوگیو! اگر میں اپنے راجہ نل کو چند دن اور نہ دیکھونگی تو یوں ہی
جنگلوں میں پھر پھر کر مر جاونگی۔ اس کے بغیر میرا جینا کسی کام نہیں
تم خود جانتے ہو کر خاوند کی مفارقت میں عورت کس طرح زندہ رہ
سکتی ہے!

پہلا رشتوڑی دیر تامل کر کے) اے راج کنیا بھیم کی لاڈلی ہم اپنے
تپ کے ذریعہ دیکھتے ہیں کہ تیرا آئندہ زمانہ اچھا اور تیرے لئے
فائدہ مند ہوگا۔ اور تو بہت جلد اپنے راجہ کو دیکھکر شاد ہوگی۔
تیری برائیوں کے دن دور ہو گئے۔ اب عنقریب ہی تیرے
اچھے دن آنیوالے ہیں۔ تو پھر اسی شہر کا راج کرتے ہوئے
اپنے راجہ کو سہی سلامت پائیگی۔
جوگی جب یہ تسلی دہ الفاظ زبان نصیب دمینتی سے کہہ چکا
اور وہ اچھی طرح ذہن نشین کر چکی تو تمام جوگی یک لخت ہی غائب
ہو گئے اور بیکس دمینتی پھر اس سنسان جنگل میں اکیلی رہ
گئی۔ اس وقت اس کی حیرانی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ وہ
دل میں سوچ رہی ہے کہ ایں وہ سادھو کہاں گئے۔ وہ آشرم کیا
ہوا۔ کیا میں نے خواب تو نہیں دیکھا۔ اس وقت دمینتی کا دل
خوف کے مارے بانسوں اچھل رہا تھا۔ وہ گھبرا گھبرا کر چاروں
طرف دیکھتی تھی۔ مگر اُسے سوائے ڈراؤنے درخت اور
سہما دینے والے درندوں کی خطرناک آوازوں کے نہ تو کچھ دکھائی دیتا
دیتا تھا اور نہ سنائی۔ وہ وہیں بیٹھکر اپنی تنہائی اور بیکسی پر آنسو بہا

آنسو رونے لگی - اور دل میں غور کرنے لگی کہ اب میں کیا کروں - دکھ میں بھری ہوئی دمنتی بہت دیر تک اسی طرح بلک بلک کر روتی رہی آخر کار وہ اپنی جگہ سے اٹھی - اور جنگل کو اپنے چھلنی ہوئے تلوؤں سے روندتی ہوئی اتفاق سے اس ڈنڈی پر سفر کرنے لگی - جو سیدھی بھینسکر دیس کے خالی از خوف راستہ سے مل کر ختم ہو جاتی تھی +

دسواں باب

دشتِ غربت میں غم و رنج و الم ہیں ہمراہ
رفقا ساتھ ہیں ہر وقت سفر میں کیا کیا

سوداگروں کا قافلہ

حرماں نصیب دمنتی بال کھولے بیر وگنوں کا بھیس بنائے روتی پیٹتی اس جادۂ دشت سے گذر رہی ہے - جس کے داہنے بازو پر پہاڑ اور دو رویہ گھنے درخت کوسوں تک اُسے اپنے سایہ میں لئے ہوئے چلے گئے ہیں - دمنتی کے اندیشے ہوئے حُسن کی پھیکی جوت بھی اس قدر لُبھا رہی ہے جس طرح ہلکے بادل میں آئے ہوئے اور

چاند کی چھب۔ یا فانوس میں شمع آوارۂ دشت دمینتی کی ہمدردی
میں جنگل کے پرندے بھی متاسف ہیں۔ وہ اس کا یوں جنگلوں
میں تنہا پھرنا دیکھکر افسوس کر رہے ہیں۔ اس کے رونے نے
درندوں کو بھی اس کی بیکسی پر موم کر دیا ہے۔ یہ نڈر اپنے راجہ کی
دھن میں بیتاب جنگل کے وحشیوں سے بے خوف اس گنجان جادہ
سے گذر کر ایک ایسے سبزہ زار میں پہونچی۔ کہ اس کا دل جو ایک خزاں
رسیدہ پھول کی مانند بالکل مرجھایا ہوا تھا۔ قدرے شگفتہ سا ہو گیا
دامن کوہ کے پُر بہار نظاروں نے اس کی پُرنم آنکھوں کو طراوت
بخشی اور دل کو خفیف سی تفریح حاصل ہوئی۔ یہ نازوں کی پلی ہوئی
دمینتی اس جانفزا سین کو دیکھکر اپنے باپ راجہ بھیم کے باغ کا
تصور کرنے لگی۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں ودربھ ملک
کے سبزہ زاروں کا نقشہ پھر گیا۔ اور وہ اپنے ہنسوں کی قاصدی
کو یاد کر کے زار و قطار رونے لگی۔ ہائے اس کے دل کو ابتدائی
یادداشتیں ازسرنو یاد آکر قیامتیں ڈھانے لگیں جب وہ پہاڑ کے
خودرو پھولوں کو دیکھتی تھی۔ تو اس کی نگاہ میں اس کے اپنے باغ کی
کیاریاں پھر کر اسے بے چین کر دیتی تھیں۔ اڑتے ہوئے جانوروں کی
صورتیں دیکھکر اسے اپنے ہنس یاد آجاتے تھے۔ اور یہ بلک بلک کر
رونے لگتی تھی جہاں اس وقت فلک ستائی دمینتی گرم بیقوں
ہے۔ یہ آریہ ورت کا وہ پُرفزا مقام ہے کہ تمام دنیا کی بہاریں اس
پہ نثار اور لوٹ ہیں۔ اس قطعۂ ارض کی خوشنما سبزی تمام عالم میں
فرد اور لاثانی ہے طرح طرح کے میوہ دار درخت لدے کھڑے ہیں۔
قسم قسم کے خودرو پھولوں سے آراستہ چھوٹے چھوٹے دار
شجر اپنی بھینی بھینی خوشبو اور دلفریب رنگ سے دیکھنے والوں کو

محویت میں ڈال دیتے ہیں۔ پہاڑ کے خطرناک موقعوں پر رنگ برنگی پھول
اور منہ بند ہی کلیاں قدرت کے سگھڑ ہاتھوں کا ادنے ثبوت ہیں
انکی بہاریں لوٹنے اور لطف اڑانے والے خوبصورت پرندے
بھی قدرت نے اسی مقام میں پیدا کئے ہوئے ہیں جن کی لوچدار
سہانی آواز سے سارے جنگل میں منگل ہو جایا کرتا ہے اسپر
جھرنوں کی خوشگوار صدائیں اور آبشاروں سے گرتے ہوئے پانی
کی مسلسل آوازیں وحشت زدہ دلوں کو وہ پیاری معلوم دیتی ہیں۔
کہ دل بے اختیار قدرتی خوبیوں کا اعتراف کر کے ان پر محو ہو جاتا ہی
سبز پوش پہاڑ کی لہلہاتی ہوئی ہریالی جس طرح آنکھوں کو تازگی بخشتی
ہے۔ اسی طرح مسرور محظوظ کرنے میں کمال کرتی ہے۔ بہت
سا حصہ کیتکی کی پر بہار باڑہ گھیر رکھتا تھا جس کے پھولوں کی
خوشبو سے تمام جنگل مہک رہا تھا۔ اور جس کے ساتھ ہی کھلی
سیوتی کی بے انتہا جھاڑیوں نے گوشہ صحرا کو طبلۂ عطار بنا رکھا
تھا۔ اور جس پر چھوٹے چھوٹے خوشنما پرندے پروازیں کرتے
ہوئے آتے اور پھولوں کی روح افزا خوشبوؤں سے معطر ہو کر نکہت
گل کیطرح اڑ جاتے تھے۔ ہائے دمینتی ایسے پر بہار جنگل سے
جس کی پر فضا زمین کو دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا اس کا ڈانڈا
بہشت بریں سے ملا ہوا ہے۔ جب گذر چکی تو اس کی ڈبڈبائی ہوئی
آنکھوں نے ایک اترے ہوئے یعنی پایاب دریا کو دیکھا۔ اب
اس نے اپنی پھٹی ہوئی ساڑھی کے رہے سہے پلے سے اپنے آنسو
پونچھے۔ اور اچھی طرح نگاہیں گرد اگرد دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ کسی بادشاہ
کا لشکر اس دریا کو عبور کر رہا ہے۔ اس نے شکاری کو مار کر بہت
دنوں کے بعد جو انسانی جمعیت کو دیکھا تو اسے ڈھارس بندھی کر

لشکر ہے آدمی تو نظر پڑے۔ اب یہ جلد جلد قدم اٹھاتی ہوئی اُن کے قریب پہنچ گئی۔ جب لشکر کے آدمیوں نے ایسے خطرناک ویرانہ میں جہاں اکا دکا آدمی چل ہی نہیں سکتا۔ ایک نازک اندام اور کامنی عورت کو آتے ہوئے دیکھا حیران رہ گئے۔ کوئی تو اس کے مانند پڑے ہوئے حُسن کی تعریف کرنے لگا۔ کوئی ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ کسی نے دیکھکر مسکرا یا۔ کوئی اداس ہو گیا کہ افسوس ایسی حسین عورت اور یہ مصیبت۔ کسی نے کہا کہ یہ عورت نہیں بلکہ اس خوشنما پہاڑ کی خوب صورت دیوی ہے جس کو ہم نے عرصہ ہوا دیکھا تھا۔ کوئی بولا نہیں یہ اس دریا کی پری ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ دمینتی ان سب کے جواب میں خاموش اور بالکل حواس باختہ کھڑی تھی۔ زیادہ آدمیوں کے جمع ہونے سے ایک نے کہا کہ بھئی اسے اپنے سردار قافلہ کے پاس لے چلو۔ وہ اس سے ہمدردی ضرور ہی کرینگے۔ باقی کے آدمیوں نے بھی کہا کہ ہاں ہاں اسے ہمیں شوچ کے پاس لیچلو جو ہمارے لشکر کا میر لشکر اور قافلہ کا قافلہ سالار ہے لوگوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور مصیبت کی ماری ہوئی دمینتی کو اپنے مالک کے پاس لیگئے جو دیکھتے ہی حیران ہو گیا۔ اور دمینتی کی حالت پر ترس کھانے لگا۔

شوچ اے دکھیاری عورت تو کون ہے اور کس کے لئے جنگل میں آوارہ پھر رہی ہے!

دمینتی رو کر میں اپنا حال بتاتے بتاتے تھک گئی ہوں کسی نے میری مدد نہیں کی۔ درختوں سے لیکر پرندوں۔ درندوں۔ پہاڑوں۔ پھولوں۔ دریاؤں تک کو میں نے اپنی غم انگیز کہانی سنائی مگر کسی نے اُف تک نہیں کی۔ دمینتی نے کہا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔

شوچ اے مصیبت زدہ لڑکی۔ رحمت۔ جن سے تو نے اپنا حال

کہا وہ اس موافق تھے کہ تیرے سوالوں کا جواب نفی میں دیتے۔ اب تو ہم یہ کہہ اگر ہم سے ہو سکا تو ہم ضرور تیری مدد میں سعی کریں گے

دمینتی اے رحمدل سن میں ودھرب دیس کے راجہ بھیم کی لڑکی اور نکھد دیس کے راجہ نل کی بدنصیب رانی ہوں۔ دنوں کی گردشوں نے راجہ کو بھی مجھ سے الگ کروادیا۔ اور میں اس کو ڈھونڈتی صحرا بہ صحرا خاک چھانتی پھرتی ہوں اگر آپ نے کہیں میرے راجہ کو دیکھا ہے تو مجھے بتلائیے

شوچ اے دکھیاری رانی۔ میں نے راجہ نل کو تو کہیں نہیں دیکھا اگر تو ہمارے ساتھ چلنا چاہے تو چل تجھے کسی قسم کا دکھ نہ ہوگا۔

دمینتی تم سب کہاں جاؤگے!

شوچ میں سوداگر ہوں۔ اور چیت دیس کے راجہ کا سنگ لیکر فائدہ کے لئے شیکر نگر کو جاتا ہوں۔

خاوند کو ڈھونڈنے والی دمینتی سوداگر کی باتیں سنکر اسی سنگ کے ساتھ چل پڑی۔ بہت دنوں کے بعد جب یہ قافلہ ایک نئے جنگل میں پہنچا تو وہاں کی معتدل آب و ہوا۔ اور راحت رساں سبزیوں نے اہل قافلہ کو مجبور کیا کہ وہ ایک رات یا اس سے زیادہ یہاں قیام کر کے اپنے جانوروں کو آرام دے لیں یہ قافلہ جسکا قافلہ سالار شوچ تھا۔ ایک بہتے ہوئے چشمہ کے کنارے جس کے چوطرف بانس اپنی ہری ہری ٹہنیوں سے سایہ کئے ہوئے تھے اور بیچ میں کنول کھل کھلکر بہار دے رہا تھا اترا اور سب نے مناسب موقعوں پر ڈیرے لگا دیے موسم کی خوشگوار ہوائیں اور پھولوں سے بھرے ہوئے جنگل کی دماغوں کو معطر کرنیوالی لپٹیں جب اپنا اثر دکھلانے لگیں تو تھکے ہوئے مسافروں کی آنکھوں میں نیند کا سماں پھرنے لگا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ اونگھنے لگا۔ ادھر شام کی ابتدائی سیاہی نے جابجا دن کی پھیلی ہوئی روشنی پر چھاپہ

مارنے لگی اور تھوڑی دیر میں دن کی جمعیت کو منتشر کر کے اپنا رنگ جما دیا۔ آسمان پر تارے بھی ٹمٹماتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ اس وقت تمام ڈیروں میں سناٹا ہے جسے دیکھو وہی میٹھی نیند کے مزے لے رہا ہے بعض بعض تو بالکل گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے ہیں لیکن ایک بیکل دمینتی ہے جس کی آنکھوں میں نیند کا نام اور آرام کا نشان نہیں۔ وہ اپنے راجہ کے دھیان اور اپنی سہیلیوں کے خیال میں بلک بلک کر آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ افسوس اس وقت اس کی تنہائی پر ستارے بھی آبدیدہ ہیں۔ اسکی بیکسی کی رات شاہد ہے رہائے وہ بے یار و مددگار کس طرح خاک پر پڑی ہوئی کروٹیں بدل رہی ہے ؎

کباب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں
جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

رات زیادہ بھیگ چکی ہے۔ ڈیروں میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی ہے سوائے فلک ستائی دمینتی کے اور کوئی نہیں جاگ رہا ہے ابھی دمینتی بھی اپنی بیکسی پر اچھی طرح رو رو کر اپنے دل کا بخار نہ نکال چکی تھی کہ دفعتہً چند جنگلی ہاتھیوں کی چنگھاڑوں نے سارے خیموں میں ایک قیامت مچا دی۔ تمام آدمی یک لخت چونک پڑے کہ ایں یہ کیا غضب ٹوٹا کون آگیا۔ مگر جب سب نے آنکھیں ملکر کھولیں تو انہیں معلوم ہو گیا کہ مست ہاتھی دریا کا گندہ پانی پینے آئے ہیں۔ تمام لوگ لاٹھیاں لے لیکر کھڑے ہو گئے۔ بہتیروں نے ان پر لاٹھیاں برسائیں کہ وہ اودھر ہی اودھر چلے جائیں مگر وہ بگڑ پڑے اور ڈیروں کی طرف ٹوٹے اب یکا یکی سارے خیموں میں کہرام مچ گیا۔ اور ان ہاتھیوں نے ایک سرے سے سب کو روندنا اور سونڈ پر بیٹھا بیٹھا کر اچھالنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں بہت سے آدمی مارے گئے باقی جو بچے بھاگ نکلے۔ اور جہاں جس کے سینگ سمائے چلے گئے مگر ایسے خطرناک وقت میں بھی دمینتی زندہ رہی اور اس

کے کملائے ہوئے پھول سے بدن کو آسیب تک آیا۔ افسوس اس قافلہ کے جل
جانے سے دمینتی کو ایک سہارا سا ہوگیا تھا۔ سو اس کو ہاتھیوں نے نیست و نابود
کر کے جسطرف سے آئے تھے اُسطرف چلے گئے۔ اکیلی رہی ہوئی دمینتی پھر
اپنی حالت پر آٹھ آٹھ آنسو رونے لگی اور ہچکیاں لے لیکر یہ کہنے لگی کہ میں
کیسی بدنصیب ہوں کہ اول تو کوئی میرا ہمدرد بنتا نہیں اور اگر قسمت سے
بن بھی جاتا ہے تو اس کا ساتھ رہنا فلک کو ناگوار لگتا ہے۔ ہائے میں
کیا کروں قافلہ سے تسلی تھی سو وہ بھی نابود ہوگیا۔ ہائے ہاتھیوں نے مجھ
مقدر جلی کو نہ مسل ڈالا۔ میں نہ ماری گئی۔ میرا سر نہ کچل دیا گیا۔ اف میں ایسے
ایسے سخت دُکھ دیکھنے کیلئے زندہ اور سلامت رہ گئی۔ افسوس میں نے
تو کوئی ایسا گناہ بھی نہیں کیا تھا جس کی پاداش میں مجھے یہ سزا مل رہی
ہے۔ صرف سوئمبر کے موقعہ پر میں نے اندر لوک کے دیوتاؤں پر نل
کو ترجیح دی تھی اس کو خواہ گناہ سمجھو خواہ دھرم مگر جہانتک میرا خیال ہے
یہ سراسر دھرم ہے۔ ہاں البتہ دیوتاؤں کی ہتک ہوئی اس سے میں بھی
بری الذمہ ہوں کیونکہ میں نے سوئمبر کے پہلے نل کے ذریعہ انکو کہلا بھیجا تھا کہ
میں نل کو انتخاب کرونگی۔ اور میں کسی کو نہیں انتخاب کرونگی۔ انکو چاہیئے تھا
کہ وہ خود سوئمبر میں نہ آتے اور انکی ہتک نہ ہوتی۔ وہ یہ سنکر بھی کہ راجہ نل
انتخاب کر لیا گیا ہے اور کر لیا جائیگا۔ سوئمبر میں آئے انکا قصور ہے اگر وہ
اپنی خطا کو مجھ پر تھوپ کر مجھے ستانا چاہیں تو انہیں اختیار ہے اسمیں
میں کیا کر سکتی ہوں۔ مصیبت زدہ دمینتی سنگ کے مردہ آدمیوں کو چھوڑ
کر پھر ایک نامعلوم راستہ پر ہوگئی۔ اور اسیطرح جنگلوں کے پھل کو
کھاتی اور دریاؤں کے پانی پیتی ہوئی وہ چھیت راج کے نگر میں داخل
ہوئی۔ شہر کے لوگوں نے اس اجنبی صورت کو دیکھکر حیرانی ظاہر کی اور
دمینتی کے اردگرد ایک جم غفیر ہوگیا۔ دمینتی کے مرجھائے ہوئے حسن

کو دیکھ کر لڑکے ۔ جوان ۔ بوڑھے دنگ ہو رہے تھے کہ ایسی سُندر صورت والی دیوی ہم نے کبھی نہیں دیکھی ۔ جبکہ دمینتی چاروں طرف آدمیوں سے گھری ہوئی تھی تو اس نگر کے راجہ کی ماں نے اس کو اپنے محل پر سے دیکھا اور دور سے اس کے چاند سے مکھڑے کو دیکھتے ہی محو ہو کر دائی سے کہنے لگی " اے دائی تو اس آدمیوں سے گھری ہوئی لڑکی کو میرے پاس لا ۔ دیکھ تو کیسی سُندر ادا والی کامنی آج ہمارے شہر میں آکر اپنے دلفریب اداؤں سے لوگوں کو تسخیر کر رہی ہے " دائی یہ سنکر سیدھی اس جگہ پہنچی جہاں پہنچی ۔ جہاں دمینتی حواس باختہ کھڑی ہوئی ایک ایک کا منہ تک رہی تھی دائی نے بھیڑ چیر کر دمینتی کا ہاتھ پکڑا ۔ اور آدمیوں سے الگ کر کے کہا کہ چلو تمہیں رن واس میں ہماری رحمدل رانی بلاتی ہیں ۔ دمینتی نے مدت کے بعد ایک خوش سلیقہ دائی کو دیکھا اور رنواس کا نام سنا دل بھر آیا ۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے دائی کے ساتھ ہولی ۔

تھوڑی دیر کے بعد دمینتی کو دائی نے رنواس میں پہنچا دیا تو راجہ کی ماں نے نہائت مہربانی اور محبت کے لہجہ میں اس سے پوچھا ۔

راجہ کی ماں ۔ اے نیک عورت تو کون ہے اور اس ملک میں تیرا آنا کس طرح ہوا ۔

دمینتی ۔ سو کر اے رحمدل ماتا میں مصیبت زدہ اور فلک ستائی دمینتی ہوں اپنے راجہ سے بچھڑ کر میں دیس بدیس ماری پھرتی ہوئی تمہارے قدموں تک آپہونچی ہوں " ۔

راجہ کی ماں ۔ تیرا پتی کس طرح سے الگ ہو گیا ۔

غمزدہ دمینتی نے نل کے غائب ہو جانے اور سلطنت کے تباہ ہونے کی ساری داستان رحمدل راجہ کی ماں کو سنائی اس نے سنکر بہت کچھ تسلی دی اور کہا کہ خیر تو جب تک میرے یہاں رہ اور میرے آدمی تیرے

خاوند کو ڈھونڈ کر تجھ سے ملا دینگے"۔

دمینتی: مجھے یہاں رہنے پر کوئی اعتراض نہیں مگر میں یہ چاہتی ہوں کہ نہ تو کوئی مجھے بلائے اور نہ میں دوسرے سے بولوں۔ اور میں اکثر اچھے اچھے ودوان برہمنوں سے بھی ملتی رہوں۔

راجہ کی ماں: اے پیاری یہ شرطیں بہت اچھی ہیں اور تمہیں یہ مبارک ہوں۔

راجہ کی ماں نے اتنا کہا اور اپنی بیٹی سنندھا نام راج دلاری کو بلایا اور کہا کہ اے لڑکی تجھے مبارک ہو کہ میں اس لڑکی کو تیری سہیلیوں میں دیتی ہوں۔ اور تو بھی اس کو اپنی بہنوں کی طرح سمجھ۔ تب سنندھا خوشی خوشی دمینتی کو لیکر اپنے محلوں میں چلی گئی۔

گیارھواں باب

یارب مٹے نہ دل سے کبھی داغ آرزو
ٹھنڈا نہ ہو چراغ شب انتظار کا

مغرور راجہ

بیوفا نل اپنی جانثار رانی کو جنگل میں ہی سوتا چھوڑ کر جب بھاگا۔ تو اس کی تیزروی نے اُسے ایک اور جنگل میں پہنچا دیا۔ جس کی نسبت

کسیقدر زیادہ خوفناک اور پُر از خطر تو تھا ہی مگر اس میں ایک طرف آگ بھی
لگی ہوئی تھی اور جہاں سے آگ کی لپیٹیں نکل رہی تھیں وہیں سے کسی کے
چلانے کی آواز آرہی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ نل سے التجا کر رہا ہے
کہ اے راجہ مجھے اس مصیبت سے نکال۔ اے نل دوڑ۔ دوڑ مت ڈر مجھکو
آگ کی گرم لپیٹوں سے بچا۔ اے نل میں تجھے اچھا اپدیش کرونگا۔ مجھ پر رحم
کر۔ نل اس آواز کے سُنتے ہی متحیر ہوگیا اور دل میں کہنے لگا کہ کیا کروں!
کسطرح اس جلتی ہوئی آگ میں کود کر اس کو بچاؤں۔ آخر نل کے دل میں
ترس آگیا اور کلیجہ مضبوط کر کے آگ میں کود پڑا۔ آخر اس کی کوششوں
نے آگ میں گرے ہوئے کو نکالا۔ تب اس نے دعا دی کہ اے راجہ
جا تجھے نہ تو زہر چڑھیگا اور نہ ہی کوئی دشمن ستائیگا اور میں ہمیشہ تیری
مدد کرونگا مگر نل کو ان دعاؤں سے خاطر خواہ تسلی نہ ہوئی تو اس نے
کہا۔ "آپنے جو وعدہ کیا تھا کہ میں اچھی نصیحت کرونگا وہ آپ بھولنے لگے"

"نہیں نہیں راجہ میں بھولا نہیں۔

نل تو پھر بتاتے کیوں نہیں!

"اچھا سُن تو یہاں سے راجہ رتوپرن کے پاس جا"

نل "وہاں جا کر کیا کروں جیسا وہ راجہ ہے ویسا ہی میں بھی کبھی تھا"

"یہ تو سچ ہے مگر وہ تیرے جیسا خارج العقل نہیں"

نل ذرا غصہ میں آکر کیوں؟

اے راجہ جس فعل نے تجھے مصیبتوں میں ڈالا ہے وہ اس کے
اونچ نیچ سے اچھی طرح واقف ہے"

نل "کس فعل نے مجھے اس حال کو پہنچایا"

کیا تو ابھی اُسے بھول گیا۔

نل "ہاں مجھے بالکل یاد نہیں ہے"

اے راجہ! راجہ رتو پرن پانسہ کے کھیل کے داؤں کو اچھی طرح جانتا ہے جب تو اس کے پاس جا کر التجا کر کے پوچھیگا تو وہ ضرور تجھ کو بتائیگا اور اچھی طرح طاق کر دیگا۔

نل (شرمندہ ہوکر) اچھا راجہ رتو پرن پانسوں کے کھیل میں اُستاد ہے

دمہاں استاد ہے۔ جب تو اس سے اچھی طرح سیکھ لیگا تو ضرور ہے تو کامیاب ہوگا اور اپنے دشمن پشکر کو جیت کر پھر تخت اور تاج کا مالک بن جائے گا سمنا۔

نل "ہاں میں نے تمہاری نصیحتوں کو سنا اب میں فوراً ہی رتو پرن کے نگر میں جاؤں گا۔

راجہ نل کا مخاطب تو اتنی باتیں کہہ سُنکر نل کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور نل نے رتو پرن کے نگر کا راستہ لیا۔ تھوڑے دنوں میں دشوار گذار منزلیں طے کرنے کے بعد راجہ نل نگر میں داخل ہوا۔ اور بازاروں میں پھرتا ہوا راجہ رتو پرن کے دربار میں پہونچا۔ راجہ نے بھی اسے سڈول اور بانکا جوان دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کون ہے اور کس غرض کے لئے یہاں تک آیا ہے۔

نل۔ راجہ کو مخاطب کر کے۔ میں فن شہسواری و تیر اندازی میں یکتا ہوں۔ بلکہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اب میرا امتحان کرلیں اس کے علاوہ اور ہنروں میں لائق ہوں۔ اس لئے اے رحم دل راجہ میری مدد کر اور مجھے اپنی خدمت میں لے۔"

راجہ۔ اچھا فی الحال ہم تجھے گھوڑوں کے اصطبل کا داروغہ بناتے ہیں کیونکہ تیرا دل بھی گھوڑوں سے بہلا رہیگا۔

نل۔ "آپ کی مہربانی ہے آپ جس کام پر مجھ کو تعینات کرینگے۔ میں بہت کوشش سے اس کے انجام دینے میں جان لڑا دونگا۔"

راجہ رتوپرن نے نل کو اصطبل کا داروغہ کر دیا۔ اور وہ وارشنی اور جیول نامی راجہ کے ملازموں کے ہمراہ رتوپرن کے نگر میں رہنے لگا۔

راجہ نل نوکر ہونے کو تو ہو گیا مگر اس کے دل سے دمینتی کی یاد نہ بھولی۔ جب شام ہوتی تھی تو وہ اپنی وفادار رانی کو اس طرح یاد کیا کرتا تھا۔

ہائے وہ کامنی سی رانی نل کو یاد کرتی ہوئی خبر ہے کہاں پڑی ہوگی۔ ہائے جب وہ جاگی ہوگی تو اس نے رو رو کر اپنا کیا حال ہوگا۔ وہ دل میں کیا کہتی ہوگی۔ کہ نل چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ہائے مجھ پر بیوفائی کا الزام لگاتی ہوگی۔ ضرور ضرور میں بیوفا ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ہائے وہ جنگلوں میں اکیلی کس طرح پھرتی ہوگی۔ اس کا بھولا بھالا دل شیروں کی گرج اور درندوں کی بدنما صورتوں سے کیونکر نہ ڈرتا ہوگا۔ وہ ضرور خوف کھاتی ہوگی۔ نل یہ کہتا کہتا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ابھی اس کے دل کی بھڑاس اچھی طرح نکلنے نہ پائی تھی کہ یکایک اس کے ساتھی جیول کی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی۔

جیول اے نل تو ہر روز کس کو یاد کر کر کے کڑھا کرتا ہے۔

نل سہم کر۔ اے جیول ایک راجہ کی بڑی پیاری رانی تھی یہ اس کا حال ہے۔

جیول کون سا راجہ ذرا ہم بھی تو سنیں۔

نل رافسردہ ہو کر کیا کہوں۔

جیول کیوں کہنے میں کیا ہے!

نل اچھا سن! ودربھ راجہ کی رانی جنگلوں میں مصیبت کے مارے پھر رہی ہے

تھے کہ راجہ کسی وجہ سے اپنی چاہتی رانی کو غافل سوتا ہوا چھوڑ کر بھاگ گیا اور اب وہ تمام بن ڈھونڈتا پھرتا ہے۔

جیبول وہ بڑا بیوقوف ہے کہ خود ہی چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اور پھر ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ ایسا ہی تھا تو بھاگا کیوں؟

نل اس کی غلطی۔ اب کچھ پا کر اور آسودگی میں بھی اس کی تلاش کرتا ہے وہ مصیبتوں میں بھی اس کا ساتھ دینے کو تیار تھی اور تمام صدموں کو گوارا کئے ہوئے تھی۔ وہ ہر ایک تکلیف کو برداشت کرنے پر آمادہ تھی۔ مگر اپنے خاوند کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہ تھی لیکن آخرکار مرد نے اس کا ساتھ چھوڑا۔ وہ بہت بے بسی کی حالت میں اکیلی کر دی گئی۔ غیر ممکن ہے کہ وہ جیتی ہو کیونکہ جنگلوں کے راستوں سے وہ بالکل ناواقف اور اس پر اکیلی تھی۔

جیبول بیشک وہ واجب الرحم عورت تھی

نل بس اسی سے تو میرا دل کڑھتا ہے

نل نے اپنی کہانی کو اس طرح غیر کے پردے میں ظاہر کیا کہ جیبول مطلق نہ سمجھ سکا۔ اور نل اسی طرح ہر روز دمینتی کی یاد میں غلطاں ہو کر رتو پرن کے یہاں رہنے لگا۔

بارھواں باب

پھرے کے ایمن میں گئے حضرت موسےٰ سر طور
کیوں نہ منزل پہ وہ پہچیں جو ہوں آوارۂ عشق

مصیبتوں کا انجام

عرصہ کے بعد راجہ نل کی ہار اور بے تخت وتاج ہونے کی خبر راجہ بھیم کے کانوں تک بھی پہنچی پہلے تو وہ سنتے ہی ہکا بکا رہ گیا۔ اور اپنی لاڈلی بیٹی کی آوارگی سنکر ہونٹوں کو چباتے اور دانتوں کو پیسنے لگا مگر بعد میں وہ مضطرب ہوکر یہ سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے خبر نہیں وہ کہاں ہونگے جیتے ہیں یا مر گئے۔ راج سے الگ ہوکر خدا جانے ان کی کیا حالت ہوگی۔ وہ نازوں کے پالے دربدر کس طرح پھرتے ہونگے ہائے انہوں نے تو تنہائی کی مصیبتیں بھی کبھی نہ جھیلیں تھیں وہ تو بالکل نازک اور محلوں میں رہنے والے تھے۔ راجہ بھیم اسی طرح اپنی بیٹی دمینتی کے فراق میں بیتابانہ کچھ کا کچھ کہہ رہا تھا کہ یکایک اسے کسی خیال نے آکر چونکا دیا۔ تو اس نے فوراً ہی چند برہمنوں کو طلب کیا وہ سب حکم کے سنتے ہی حاضر ہوکر دعائیں دینے لگے مگر بھیم جو خوشامد اور

بے وقت کی دعاؤں کو فضول سمجھتا تھا تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا۔ بعد میں اس نے برہمنوں کو متوجہ کر کے کہا:۔
راجہ بھیم تم جانتے ہو کہ میری لاڈلی بیٹی معہ اپنے راجہ کے غائب ہے مجھے اُن کے جینے مرنے کی کوئی خبر نہیں آئی۔ اگر تم میں سے کوئی دونوں یا دونوں میں سے ایک کا پتہ لگائیگا منہ مانگی مراد پائیگا میں اتنا کچھ دوں گا کہ مالا مال ہو جائیگا۔ دولت کے علاوہ ہزار گائیں اور کچھ زمین بھی دونگا۔ سو جہانتک ہو سکے بہت جلد تم پیاری دمینتی کا پتا لگاؤ۔ اور نل کو تلاش کرو۔ سب سے پہلے جو شخص مجھے یہ خبر دیگا کہ میری نور نظر دمینتی فلاں جگہ صحیح سلامت ہے یا لا کر میری آنکھوں کے سامنے کھڑا کر دیگا وہ اپنے آپکو میری سلطنت کے چوتھائی منافع کا مستحق ہوگا۔ ماسوا اس کے اور بھی بہت کچھ پائے گا۔

جب برہمنوں نے راجہ کی زبانی اتنا سنا کہ دمینتی کی خبر لانے ہی پر اتنا کچھ ملیگا کہ ہم لوگ نہال ہو جائیں گے فوراً تیار ہو گئے آپ جانتے ہیں بھلا برہمن کی لالچی ذات اور وہ ایسے موقعہ کو ہاتھ سے دے تو یہ۔ انہوں نے دھوپ کو دھوپ اور نہ سردی کو سردی خیال کیا۔ اور فوراً ہی دمینتی دمینتی رٹتے قرب و جوار کے ملکوں میں پھیل گئے عرصہ تک یونہی دمینتی کی تلاش میں اُدادہ پھرے مگر انہیں دمینتی کا کہیں پتا نہ لگا۔ اور وہ مایوس ہو ہو کر واپس مڑنے کا ارادہ کرنے لگے مگر ان میں سے ایک جس کا نام سدیو تھا اتفاق سے پھرتا ہوا چیت پوری میں آنکلا۔ اور وہ اس خیال سے کہ شائد دونوں میں سے کوئی یہاں مل جائے گھر گھر میں اپنی تاڑباز نگاہوں سے ڈورے ڈالنے لگا۔ مگر اسکی امید میں نہ جان پڑی تھی اور نہ پڑی۔ یہ ناکام سدیو مطلب سے نہ ملنے

بہت ہی پریشان اور آزردہ اِدھر اُدھر جھانکتا پھرتا تھا۔ کہ ایک دن اتفاقیہ یہ راجہ دیر با ہو کے محلوں کے نیچے سے ہو کر گذرا۔ اور اس کی نظریں محل کی اس اٹاری پر پڑیں جہاں دو عورتیں بیٹھی ہوئی آپس میں کچھ باتیں کر رہی تھیں۔ پہلے تو سہدیو اُن کے چہروں کی آب و تاب پر کچھ ایسا محو ہو گیا۔ کہ اس کی نگاہیں دیر تک انہیں پر جمی رہیں۔ آخر اس نے اچھی طرح نگاہیں گڑا کر دیکھا۔ تو اسے ایک پر کچھ کچھ دمینتی کا شبہ ہوا اس نے اپنے آپ کو ذرا اور بھی آگے بڑھایا تو اُسے اچھی طرح یقین ہو گیا۔ کہ دمینتی ہی ہے۔

سہدیو۔ دل ہی دل میں۔ کیا یہی دمینتی ہے۔ جس کے لئے ہزارہا برہمن ملکوں ملکوں خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔ اور اسی کے چاند سے مکھڑے کا چمکارا پڑ پڑ کر سارے محل کو چمکا رہا ہے۔ سندر دمینتی اس وقت اس محل میں بیٹھی ہوئی اس طرح دیوار و در کو زیب دے رہی ہے جس طرح آسمان پر تاروں کو جھرمٹ میں لئے ہوئے چاند۔ اسی کی میلی اور کٹور اسی آنکھیں چہرے کی زیبائش کی ناک ہیں۔ اور اس طرح اور عورتوں کی کیٹیلی آنکھوں سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ جیسے تالاب کے کھلے ہوئے پھولوں میں سے کنول کا لہلہاتا ہوا پھول۔ لاٹ راج سے گرا ہوا راجہ نل اس کو پا کر بہت ہی خوش ہو گا۔ وہ پھولا جامہ میں نہ سمائے گا جب دمینتی کے درشن اسے نصیب ہونگے۔ اب مجھے دمینتی کے پاس جا کر اس کی تسلی کرنی چاہیے "

سہدیو دمینتی کو یاد کرتا۔ اور اس کی تعریف میں محو ہوتا ہوا دمینتی کے قریب پہنچ گیا۔ اور جاتے ہی کہا۔

سہدیو۔ اے دمینتی میں تیرے بھائی کا پیارا دوست اور راجہ بھیم کا بھیجا ہوا تجھے ڈھونڈتا ڈھونڈتا تیرے پاس آگیا ہوں۔ تیرے لئے

سارا خاندان بیکل ہو رہا ہے۔ ہزار ہا برہمن تیرے ڈھونڈنے کے لئے نکلے ہیں۔

دمینتی نے اتنی باتیں جب سہدیو سے سنیں دل بھر آیا اور ڈھاریں مار مار کر رونے لگی۔ اس کی سہیلی سندھا جو پاس بیٹھی ہوئی تھی وہ پہلے تو متعجب ہوئی۔ بعد ازاں اس کا بھی دل کڑھنے لگا۔ اور وہ دوڑی دوڑی اپنی ماں کے پاس گئی۔ جہاں اس نے یوں کہنا شروع کیا۔

سندھا۔ اے ماتا وہ سہیلی جو تو نے مجھے دی تھی۔ وہ آج ایک برہمن سے باتیں کر کر کے بہت رو رہی ہے۔ تو چل اور اس کی خبر لے"

ماں۔ کون سا برہمن ہے"

سندھا۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہے"

سندھا کی ماں نے جب اپنی بیٹی سے دمینتی کا حال سنا تو وہ وہاں آئی جہاں وہ بالا برہمن سے رو رو کر باتیں کر رہی تھی۔

برہمن کو مخاطب کر کے۔ اے دیوتا یہ کس کی لڑکی ہے اور کس طرح یہ خاوند سے الگ ہوئی۔ اور تو نے اسے کس طرح پہچانا"

سہدیو۔ یہ ودربھ کے راجہ بھیم کی بیٹی اور نکھدیس کے راجہ نل کی جانی رانی ہے۔ اور میں نے اس کو ان کے ماتھے کے تل سے پہچانا۔ جس کو غریب الوطنی کی کدورت نے ایسا چھپایا ہوا ہے۔ جیسے میلے کالے بادلوں میں آیا ہوا چاند یا راہو کے سایہ میں چھپا ہوا بدر کامل۔ اسے بر نواس کو زینت دینے والی میں نے اس طرح معلوم کیا ہے۔ جس طرح راکھ میں دبی ہوئی آگ راکھ کے ہٹانے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح میں نے اس کو اپنی تمیز سے پہچانا"

نل کا نشان سن کر سندھا نے دمینتی کے ماتھے سے لگی ہوئی میل کو پونچھے

نل چھپا یا ہوا تھا۔ ل کر ہٹایا۔ تو وہ پورنماشی کے چاند کیطرح چمکنے لگا۔ اور سندھا جان گئی۔ کہ بیشک برہمن سچا ہے۔ ادھر سندھا کی ماں نے سُدیو کے قول کی تصدیق ہوتے ہوتے دیکھکر کہا۔

"ہائے غضب ہو گیا۔ اے پیاری دمینتی تو میری بہن کی لڑکی ہے میں اور تیری ماں مہاتما دشارن کے سوامی سُبہان راجہ شُدامان کی لڑکیاں ہیں۔ وہ بھیم سے بیاہی گئی تھی۔ اور میں ویر باہو کو جب تو پیدا ہوئی تھی۔ تو میں نے تجھے تیرے باپ کے گھر دیکھا تھا۔ اے دمینتی اب اس گھر کو اپنا گھر جان اور ہنسی خوشی اپنی بہن سندھا کیساتھ رہ"

دمینتی۔ آداب بجا کر۔ میں نا واقفی میں بھی یہاں ہرطرح آرام و عیش میں رہی ہوں۔ اے ماتا میرا روآں روآں تیرا شکر گذار ہے۔ بس اب بہتر یہی ہے۔ کہ مجھے جانے کی اجازت دے۔ تاکہ میں اپنے والدین کو دیکھکر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں"

سندھا۔ اے بہن کیا تم سچ مچ چلی جاؤ گی"

دمینتی۔ ہاں پیاری اب مجھے جانے ہی دو کیونکہ میرا دل میرے بچوں میں لگا ہوا ہے"

سندھا۔ تو ہم سے کبھی نہ ملوگی"

دمینتی۔ ہاں ملوگی کیوں نہیں"

سندھا۔ کب تک اقرار کر جاؤ تو ہم جانے دیں گے۔

دمینتی۔ بس جب میں اپنے سسرال گئی۔ تو تم سے مل کر جاؤں گی"

ان دونوں کی ادھر باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سندھا کی ماں نے سواری کا حکم دیا۔ اور آن کی آن میں ایک رتھ باد رفتار تیار ہو کر ڈیوڑھی سے لگا دیا گیا۔ اور تھوڑی سی فوج حفاظت کے لئے بھی ہمراہ کر دی گئی اور سندھا اپنی بہن دمینتی کو گلے سے لگا کر پہلے تو بہت دیر تک رویا

کی پھر اُسے رخصت کیا۔ سندھا کی ماں نے بھی دعائیں دیں اور رو رو
ہوائے باتیں کرتا ہوا وہ برہمن ملک کیطرف چل پڑا۔
تھوڑے دنوں کی مسافت نے دمینتی کو اپنے باپ کے گھر پہنچا دیا
جسے دیکھکر راجہ بھیم خوش ہوگیا اور سدیو کو اتنا کچھ دیا کہ وہ سات
پشت تک بھی اُسے نہ خرچ کر سکا۔ دمینتی نے اپنی سہیلیوں کو گلے
سے لگایا۔ ویرسین لڑکے اور ویرسینا کنیا کو بھی پیار کیا۔ اور اس طرح
متفکر اور اداس نل کی یاد میں وہ اُن محلوں میں رہنے لگی۔ جہاں اُسے
پہلے پہل ہنسوں کے اٹھائے ہوئے فتنہ سے سابقہ پڑا تھا۔ بہت
دنوں تک تو وہ ضبط سے کام لیتی رہی۔ اور یہی خیال کرتی رہی کہ
میں کسی طرح نہ کہوں کہ میرے سوامی نل کو بھی تلاش کرواؤ۔ مگر تھوڑے
دن کے بعد اس کی بیتابی نے اُسے مجبور کر دیا۔ کہ وہ اپنی ماں سے
اس حال کو کہتے۔ جو اس کے جگر میں چٹکیاں لے لے کر اُسے نڈھال
کر رہا تھا۔

دمینتی۔ اے ماں اگر تو میری زندگی چاہتی ہے۔ تو میرے راجہ نل کے
منگانے میں جلدی کرو ورنہ میں تڑپ تڑپ کر جان دیدونگی۔
دمینتی نے اتنا کہا۔ اور زار و قطار رونے لگی۔ اس کے رونے سے
سارے رنواس میں تہلکہ پڑ گیا۔ ہر ایک مضطرب ہو کر آہیں بھرنے
لگا۔ اور پھر دمینتی کی ماں نے یہ سارا ماجرا راجہ سے کہا۔ کہ اے
راجہ بیٹی دمینتی کی بہت نہایت بیکل ہو رہی ہے۔ جس طرح بن پڑے۔ تو
برہمنوں کو بھیج کہ وہ نل کا پتہ لگائیں ورنہ وہ جان دے دیگی۔ راجہ
بھیم نے اپنی رانی کی زبانی اتنا سُن کر اسی وقت برہمنوں کو بلوایا۔
اور کہا کہ جہاں تک جلد ہو سکے۔ تم نل کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ اور دمینتی
کو اپنی روانگی کی اطلاع دیتے جاؤ۔ تاکہ اس کے نیم دل کو ڈھارس

ہو۔ برہمن راجہ سے رخصت ہوکر۔ دمینتی کے پاس گئے۔ اور کہا۔ کہ اے راج کنیا۔ ہم نل کو ڈھونڈنے کے لئے جاتے ہیں۔ اگر کچھ تو نے بھی کہنا ہے تو کہدے۔ ہم تیرا پیغام اُسے پہنچا دینگے۔

دمینتی۔ اگر تم کو کہیں مل جائے۔ تو تم اتنا کہنا۔ کہ اے ٹھگ اے دھوکھا دینے والے۔ اے پیارے شوہر۔ آدھے بستر سے اپنی رانی کو جنگل میں سوتا ہُوا چھوڑ کر بھاگ جانے والے چل کہ وہ ابھی تک تیرا انتظار کر رہی ہے اس کے سوا اور تم کچھ نہ کہنا کیونکہ ہُوا آگ کو زیادہ جلا دیتی ہے۔ جب اس کا جواب تم کو ملے۔ تو تم اس طرح مجھے کہنا کہ وہ نہ جانے۔ اور خواہ وہ دولت مند ہو یا نہ ہو۔ جس حالت میں ہو تجھکو اطلاع دینا اور یہی تمہارا کام ہے دمینتی کے سکھلائے برہمن نل کو ڈھونڈنے کے لئے اپنے اپنے راستوں پر ہو لئے اور کچھ دنوں کے بعد تمام زمین پر پھیل گئے۔ اور وہ جہاں اترتے تھے۔ ویسا ہی کہتے تھے۔ جو کچھ کہ اونہیں دمینتی نے پڑھا دیا تھا +

تیرھواں باب

چمنستان کی گئی نشو نما پھرتی ہے
رت بدلتی ہے کوئی دن میں ہوا پھرتی ہے

رتھبان کے بھیس میں نل

دمینتی ایک دن اپنے محلوں میں متفکر اور اداس بیٹھی ہوئی اپنے خاوند
کے خیال میں الجھ رہی تھی۔ کہ اُس کی باندی نے آکر کہا

کیشنی۔ جو باندی کا نام تھا۔ اے فکرمند دمینتی وہ برہمن جو راجہ نل
کو ڈھونڈنے کے لئے ملک ملک گئے تھے۔ اُن میں سے ایک پرن دیو نام۔
برہمن آیا ہے۔ اور تم سے ملنے کی تمنا میں بیکل ہو رہا ہے۔ اگر تم کہو تو میں
اُسے حضور میں حاضر کروں"

دمینتی۔ تھوڑی دیر کچھ سوچ کر۔ اُس سے پوچھو۔ کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے"

کیشنی۔ میں نے پوچھا تھا۔ مگر وہ کہتا ہے۔ کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں
وہ دمینتی کے سوائے اور کسی سے نہیں کہہ سکتا"

دمینتی۔ وہ ایسی کیا خبر لایا ہے۔ کہ مجھی سے کہنا چاہتا ہے"

کیشنی۔ یہ میں نہیں کہہ سکتی۔ کہ وہ کیا مژدہ سنانے والا ہے"

دمینتی۔ تامل کرکے۔ اچھا اُسے لاؤ۔ شاید وہ میرے خاوند نل کی کوئی
خوشی کی خبر لایا ہو"

کیشنی۔ بہت بہتر"

کیشنی بہت جلد دوڑی ہوئی گئی۔ اور پرن دیو کو ڈیوڑھی پر سے لیتی
ہوئی آن کی آن میں دمینتی کے روبرو آکر کھڑی ہوگئی"

دمینتی۔ اے دیوتا کیا تم بھی انہی برہمنوں میں سے ہو۔ جو میرے پتی کو
ڈھونڈنے کے لئے گئے تھے"

پرن دیو۔ اے راج کنیا ہاں میں اُنہی میں سے ایک ہوں"

دمینتی۔ اچھا تو مجھے جلد بتاؤ کہ تم کیا خبر لائے۔ اور وہ ایسی کونسی
بات ہے۔ جس کو تم سوائے میرے اور کسی سے نہ کہہ سکے"

پرن دیو۔ اے دمینتی میں یہاں سے رخصت ہو کر اجودھیا نگر میں راجہ
رتوپرن کے پاس پہنچا۔ اور تیرے کہنے کے مطابق بھرے دربار میں میں نے

وہ الفاظ ادا کئے۔ جن کو تو نے سکھلا کر بھیجا تھا۔ مگر اُن کا اثر نہ تو راجہ پر ہُوا اور نہ درباریوں پر پڑا۔ لیکن ایک رتھبان باہو نامی بدصورت اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں والا باہر نکلا۔ اور مجھ سے تیری خیر و عافیت پوچھنے لگا۔ میں نے تمام حال تیرا اور ودربھ دیس کا کہا۔ جسے سُن کر پہلے تو وہ بہت رویا۔ بعد ازاں کہنے لگا۔ کہ آسمانی آفتوں کو برداشت کرنے والے مصیبتوں سے نہیں ڈرتے۔ وہ نیک عورت جس کا ساتھ بیوقوف مرد نے چھوڑ دیا ہو۔ اور فاقوں سے بھی وہ نہایت مضمحل ہو گئی ہو۔ اور پھر بھی وہ ہر طرح اپنے آپ کو دھرم کے مطابق بچا رہی ہو اُس کو کہنا کہ بھاگے ہوئے خاوند پر اتنا غصہ نہ کرے۔ جہاں اور صدموں کو برداشت کرنے میں اُس نے اوف تک نہیں کی۔ وہاں اس صدمہ کو بھی سہارے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے جلے ہوئے دل کو ٹھیس نہیں لگیگی۔ اے دمینتی یہ سُن کر میں ادھر چلا آیا۔ اب جیسا تو چاہے کر اور راجہ بھیم کو بھی اس خبر کی اطلاع دیدے۔

دمینتی پن دیو برہمن کی باتیں سُن کر پہلے تو خوب روئی پھر اپنے آنسوؤں کو پونچھ کر کہنے لگی۔

دمینتی۔ تو نے اس کی بول چال سے کیا کچھ نتیجہ نکالا؟

پن دیو۔ اے دمینتی۔ بول چال میں تو اس کی کچھ شبہ نہیں۔ مگر اس کی صورت نہایت بری اور بھدی ہے۔ جس سے میرے دل کو شک معلوم ہوتا ہے۔

دمینتی۔ تجھے کچھ یہ بھی معلوم ہے۔ کہ وہ راجہ رِتُپرن کے یہاں کس کام پر مقرر ہے؟

پن دیو۔ ہاں وہ اصطبل کا داروغہ ہے۔ اور فن شہسواری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ جبھی تو راجہ کو عزیز ہے۔

پن دیو گے اِس قدر کہنے سے دمینتی کے تسک گنجائش ہو گئی۔ اور وہ اُسے بہت کچھ انعام دے کر اپنی ماں کے پاس گئی۔ اور سارا حال جو پن دیو سے سُنا تھا۔ اُسے سُنایا اور ساتھ ہی یہ درخواست کی۔ کہ اے ماتا اگر سہدیو برہمن جو مجھے ڈھونڈ کر لایا تھا۔ اجودھیا پوری میں جائے تو ممکن ہے۔ کہ میرے پتی کا پتہ لگے۔ کیونکہ وہ اِس کام میں بڑا چالاک اور ہوش والا برہمن ہے۔ دمینتی کی ماں نے اپنی مصیبت زدہ بیٹی کی درخواست فوراً ہی منظور کر کے راجہ بھیم کی اجازت سے سہدیو کو بلا کر دمینتی کے آگے حاضر کر دیا۔

دمینتی۔ اے سہدیو مجھے تیری کوششوں پر پورا بھروسہ ہے۔ تیرا کیا ہُوا۔ کام کبھی اکارت نہیں جا سکتا۔ اِس لیے یہ میری آخری التجا ہے۔ کہ تو اجودھیا نگر میں دیا اور راجہ رتوپرن سے کہہ کہ دمینتی پھر سوئمبر کرے گی اور تمام روئے زمین کے راجہ مہاراجہ سوئمبر میں شریک ہوں گے۔ اِس لیے بہتر ہے۔ کہ تو بھی آ۔ کیونکہ عرصے سے اُسے نہیں معلوم کہ آیا نل زندہ ہے یا مر گیا۔

سہدیو نے یہ حکم دمینتی سے سُن کر اجودھیا نگر کا راستہ لیا۔ مگر دل ہی دل میں وہ دمینتی کی تدبیروں پر غور کرنے لگا۔ کہ کیا دمینتی دوسرا خاوند انتخاب کرے گی۔ اور پھر سوئمبر ہو گا۔ مجھے اجودھیا نگر کے پہنچنے سے پہلے ہی اگر نل کا سراغ مل جائے تو اچھا۔ میں کبھی بھی رتوپرن کو نہ کہوں گا کہ دمینتی نے آپ کو سوئمبر میں طلب کیا ہے۔ غرض سہدیو اسی اُدھیڑ بُن میں مصروف اپنی منزلیں طے کرنے لگا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد وہ اجودھیا پوری میں پہنچ گیا۔

چودھواں باب

میری بربادیوں کی مشورت کو
فلک چھپ چھپ کے ملتا ہے زمیں سے

اجودھیاپوری کا راجہ

جب کہ اجودھیاپوری کے راجہ کا دربار لگا ہوا تھا۔ اور اُمرا و وزیر بڑے تدبیر اور جنگی بیڑے کے سردار اپنی اپنی جگہ پر موجود تھے۔ تو خبر لگی کہ راجہ بھیم کی لاڈلی بیٹی دمینتی کا بھیجا ہوا برہمن اندر آکر کچھ کہنے کی اجازت چاہتا ہے۔ راجہ نے سنتے ہی اُس کے آنے کی اجازت دی۔ اور اپنی تحکمانہ آواز میں اُسے یوں مخاطب کیا۔

راجہ۔ اے دیوتا تجھے کس لئے دمینتی نے میرے پاس بھیجا ہے۔"

سہدیو۔ جو دمینتی کا بھیجا ہوا برہمن تھا۔ اے راجہ دمینتی نے مجھے اِس لئے بھیجا ہے کہ میں تجھے ایک ایسی خوشخبری سے آگاہ کردوں۔ جو تیرا خون بڑھانے والی اور دل کو شگفتگی بخشنے والی ہو"

راجہ۔ اے مہاتما جلد کہہ کہ میرا دل تلملا رہا ہے"

سہدیو۔ اے راجوں کے راجہ سُن دمینتی پھر سوئمبر کرے گی کیونکہ

نل کی مفقود الخبری نے اُسے بالکل نراس کر دیا ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ اس لئے میں تیرے پاس بھیجا گیا ہوں۔ کہ تو بھی چلکر سوئمبر میں شریک ہو۔ وہاں اور بھی راجہ مہاراجہ آئینگے۔

جب سُہدیو سوئمبر کا حال کہہ چکا۔ تو دربار میں ایک سناٹا سا چھا گیا اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ نڈھال ہو گیا۔ مگر انہیں میں بدنصیب نل بھی موجود تھا۔ جو رتھ بان کے بھیس میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے بیٹھا تھا۔ سُہدیو سے اتنی باتیں سُن کر اُس کا کلیجہ پھٹ گیا۔ اور اپنے دل کو نہایت ہمت سے سنبھال کر یوں سوچنے لگا:

نل۔ شاید مصیبت سے گھبرا کر دمینتی نے ایسا کیا ہو۔ یا میری کم عقلی کے سبب وہ ایسا کام کرنا چاہتی ہو۔ ہائے عورتیں بھی کیسی کٹھور اور بیوفا ہوتی ہیں۔ ابھی میرے مرنے کی خبر دمینتی تک پہنچی بھی نہیں اور وہ دوسرا سوئمبر کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ ہائے یہ کلجگ کے اٹھائے ہوئے فتنہ ہیں۔ اُوف اب میں اپنی چاہتی رانی کا دوسرا سوئمبر ہوتا ہوا دیکھوں گا۔ یا سنوں گا۔ خبر نہیں وہ اب کسے انتخاب کرے گی۔ خدا جانے اُس کے دل میں کیا ہے۔ اور وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔" نل نے دل ہی دل میں اتنا سوچا اور گرتے ہوئے آنسوؤں کو پی گیا۔ اُدھر راجہ کا یہ سُن کر کہ دمینتی پھر سوئمبر کریگی۔ حال دگرگوں ہونے لگا۔ اور کامیابی کی تمنا میں طرح طرح کے خیال دوڑانے لگا:

راجہ۔ اے پنڈت دمینتی کا سوئمبر کب تک ہوگا؟

سُہدیو۔ کل صبح سوئمبر کا اچھا دن ہے!

راجہ۔ اے پنڈت چار سو کوس کا راستہ ہم ایک رات میں کسطرح طے کر سکتے ہیں۔

سُہدیو۔ مہاراج آپ کے یہاں کوئی ایسا رتھ بان نہیں جو اس سفر کا ذمہ اٹھائے۔

راجہ۔ ہیں تو سہی مگر ممکن نہیں کہ کامیابی ہو"
سہدیو۔ ہمارے یہاں تو ایک ایک رتھ چار چار سو کوس سے آگے پہنچکر دم لیتے ہیں"
راجہ۔ اچھا دیکھو کچھ نہ کچھ تدبیر کی ہی جائیگی"
سہدیو۔ رواجی سلام کرکے رخصت ہو گیا تو راجہ رتو پرن نے اپنے۔ ہوشیار رتھ بان باہو کو جو اصل میں نل تھا اپنی طرف متوجہ کیا"
راجہ۔ اے باہو ہمیں کل دمینتی کے سوئمبر میں پہنچنا ہے۔ اب تو جسطرح چاہے ہمیں کل پو پھٹنے سے پہلے پہلے ودھرب دیس میں پہنچا دے"
باہو۔ مہاراج یہ کتنی بڑی بات ہے"
راجہ۔ اگر تو نے وقت پر پہنچا دیا۔ تو یاد رکھنا راج کیطرف سے خوش کر دیا جاوے گا۔
باہو۔ آپ فکر نہ کریں وقت سے پہلے پہنچ جائینگے۔
راجہ۔ اچھا تو تو اپنے رتھ وغیرہ کا سامان درست کر کے چلنے کی تیاری کر دے"
راجہ کے کہنے کے مطابق باہو نے رتھ کو تیار کیا اور آپ نہایت اوداسی کی حالت میں راجہ کو کہنے لگا۔ کہ اے راجہ آؤ اور اب دیر نہ کرو۔ کیونکہ ہمیں کل دمینتی کے سوئمبر میں شامل ہونا ہے۔ یہاں سے ودھربوں کا چار سو کوس کا فاصلہ ہے۔ اگر تم دیری کروگے تو وقت پر نہ پہنچ سکیں گے۔ دمینتی کا دلدادہ راجہ رتو پرن اپنے رتھ بان کی نصیحت کو مان کر بہت جلد رتھ میں سوار ہو گیا۔ اور ادھر باہو نے رتھ کو چلتا کر کے میلوں اور کوسوں کو طے کرنا شروع کر دیا۔ چراغ میں بتی پڑنے سے پہلے پہل رتھ کی تیز روی نے سفر کا نصف حصہ طے کر لیا۔ تو راجہ رتو پرن اپنے رتھ بان کی دانائی اور ہوشیاری پر دنگ رہ گیا۔ اور دل میں خیال کرنے لگا کہ یہ کیسا سمجھدار رتھ بان ہے۔ اس میں اندر کا بل کام کرتا ہوا۔ معلوم دیتا

ہے۔ کہیں یہ نکھدیس کا راجہ نل تو نہیں۔ کیونکہ جو تعریفیں نل کی رتھ بان ہونے کے متعلق سنی جاتی تھیں۔ وہ اس وقت تمام باہو میں پائی جاتی ہیں۔ کہیں میں نے دھوکھا تو نہیں کھایا۔ راجہ اس فکر میں تھو رہا اور باہو کی تعریفیں کرتا ہوا جا رہا تھا۔ کہ غلام پڑ ھ گئی اور باہو نے رتھ ٹھیرا دیا تو راجہ کی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی۔

راجہ۔ اے باہو تجھ میں بڑے بڑے وصف ہیں۔ تو نے رتھ کو اس ڈھنگ سے چلایا کہ اندر لوک کے رتھ بان بھی تیری رتھ بانی کو نہیں پہنچتے

باہو۔ مہاراج یہ سب آپ کی مہربانی ہے"

راجہ۔ مگر یہاں ٹھیرنے سے ہمارا حرج تو کوئی نہیں"

باہو۔ نہیں کچھ نہیں۔ آپ پہونچنے سے پہلے دوپہروں میں پہنچ جائیں گے

راجہ۔ اے باہو تجکو اس فن میں کمال حاصل ہے۔ تو میں پانسوں کے کھیل کا استاد ہوں میرے سے بڑھکر کوئی کھیلنے والا نہیں۔ میں جسے چاہوں ایک دم میں جیت سکتا ہوں"

باہو۔ مہاراج تو کیا تم مجھے بھی بتلاؤ گے"

راجہ۔ ہاں ہاں کیوں نہیں"

باہو۔ میں شہسواری اور رتھ بانی کے فن میں طاق کردوں گا آپ مجھ پانسوں کے کھیل کا کرتب بتائیے"

راجہ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور وعدہ کیا کہ میں تجھکو ضرور۔ پانسوں کے علم سے آگاہ کردوں گا۔ مگر جہاں تک ممکن ہو۔ مجھے جلد۔ دمینتی کے سوئمبر میں پہنچا۔ باہو نے پانسوں کی ودیا حاصل کرنے کی ضرورت سمجھ لی۔ اور یہ بھی جان لیا۔ کہ اب مجھے دو پہروں کو بہت جلد چلنا چاہیئے۔ تو اُسے رتھ کو پھر ہانکدیا اور وہ اپنی بقایا منزلوں کو جو نہایت ہی کڑی تھیں طے کرنے لگا"

پندرھواں باب

اب تک وہی زمین ہے وہی آسماں ہے
دو چار دن میں وہ ترے ہم بدل گئے

ایں ! دُوسرا سوئمبر !

اِدھر سورج مشرق کیطرف سے نکلتا ہُوا دکھائی دیا۔ اِدھر رتھ راجہ رتوپرن کو لئے ہوئے دمینتی کے محلوں کے قریب اُتار آئیا۔ راجہ تو سب سے پہلے یہ دیکھتے ہوئے حیرانی ہوئی کہ برہمن نے تو مجھ سے کہا تھا کہ تمام راجہ وغیرہ آنے والے ہیں۔ اور یہاں میں دیکھتا ہوں کہ سوائے میرے دوسرا کوئی نہیں۔ یہ کیسا سوئمبر ہے۔ توپرن اِس خیال میں تھا۔ کہ اُس کے آنے کی خبر راجہ بھیم کے کانوں میں پہنچی۔ دمینتی کے خیالات سے ناواقف بھیم نے نہایت حیرانی اور بڑی خوشی سے راجہ رتوپرن کا استقبال کیا اور کہا:
راجہ بھیم۔ آپ نے بڑی مہربانی کی جو اپنے قدموں سے ہمارے ملک کو زینت دی۔
رتوپرن۔ تھوڑی دیر تک ٹھہرنے کی اِس میں مہربانی کی کیا بات ہے
راجہ بھیم۔ مگر آپ کا آنا کس طرح ہُوا ہے۔ کوئی میرے لائق کام ہو تو کہیا
رتوپرن۔ میں صرف آپکی ملاقات ہی کو آیا ہُوں۔

راجہ بھیم - میں حیران ہوں - کہ اپنے آنے کا سبب معمولی اور بہت چھوٹا سا بتلایا ہے !!

رتوپرن - نہیں اس کے سوائے اور مجھے نہ کوئی کام ہے - اور نہ میں کسی غرض سے آیا ہوں !!

اس کے بعد راجہ بھیم نے رتوپرن کو ایک اچھے مقام میں اتروایا - اور آپ اس کے راحت و آرام کے سامان میں مصروف ہو گیا - مگر رتوپرن کو حیرانگی کے علاوہ فکر بھی تھی - کہ یہ عجیب پیغام تھا - کہ دمینتی کے باپ تک کو خبر نہیں افسوس برہمن نے مجھے دھوکھا دیا - اور جھوٹ بول کر مجھے اس قدر دور دراز سفر اختیار کرنے پر مجبور کیا - یہاں سوئمبر چھوڑ کر سوئمبر کا نام و نشان بھی نہیں !!

آؤ اب ہم رتوپرن کو تو یہیں چھوڑیں اور ذرا اپنے ناظرین کو لئے ہوئے دمینتی کے محلوں میں چلیں اور دیکھیں کہ وہ مصیبت کی پتلی کس الجھن میں مصروف ہے رہا ہے اس وقت وہ محل کی اوپر کی منزل پر چڑھی ہوئی راجہ رتوپرن کو دیکھ چکی ہے - اور اب رتھ بان باہو کو دیکھ رہی ہے - اور اس کے حرکات و سکنات پر غور کر کے یہ خیال کر رہی ہے - کہ رتھ کی رفتار اور حرکت پر تو نل کی رتھ بانی کا گمان ہوتا ہے - مگر رتھ بان کی صورت عجیب قسم کی ہے جس سے نل کو کوئی واسطہ نہیں یہ عجیب کرشمہ ہے - دمینتی اسی خیال میں الجھ رہی تھی کہ اس کی باندی کیشنی آئی جسے دیکھ کر دمینتی نے یوں کہا :-

دمینتی - اے کیشنی وہ سامنے رتوپرن کا رتھ اترا ہے - تو جا اور رتھ ہانکنے والے بدصورت شکل سے پوچھ کہ وہ کون ہے - اس کے جواب میں وہ جو کچھ کہے - اس کو اچھی طرح سمجھنا اور ہوش سے یاد رکھکر مجھے کہنا !!

کیشنی - بہت خوب کہکر اس طرف گئی جہاں رتھ کھڑا تھا - اور رتھ بان ادھر ادھر حسرت بھری نگاہیں ڈال ڈال کر مایوس دم بدم ہو رہا تھا !!

کیشنی - اے رتھ بان تیرا آنا مبارک ہو تو راضی تو ہے۔ تم کب چلے تھے اور یہاں کس طرح آئے ہو؟"

باہو - تم اس قدر باتیں کس لئے پوچھنا چاہتی ہو؟"

کیشنی - ہماری راج کنیا دمینتی سُننا چاہتی ہے۔ کہ تمہارے سفر کی اصلیت کیا ہے۔

باہو - اے خوبصورت عورت ہمارے راجہ نے سُنا تھا کہ دمینتی اپنا دوسرا سوئمبر کریگی۔ اس لئے ہمارا راجہ آیا ہے۔ باہو نے اتنا کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔

کیشنی - اور تم کون ہو؟"

باہو - ذرا دل کو سنبھال لے۔ میں راجہ رتوپرن کا رتھ بان ہوں۔"

کیشنی - اور یہ جو آپ کا تیسرا ہے۔ یہ کون ہے۔

باہو - یہ وارن نام راجہ نل کا رتھ بان تھا۔ نل کے بھاگنے پر راجہ رتوپرن کے یہاں آکر نوکر ہو گیا۔"

کیشنی - کیا یہ جانتا ہے۔ کہ نل کہاں ہے؟"

باہو - نہیں وہ بالکل ناواقف ہے؟"

کیشنی - کیوں؟"

باہو - اس لئے کہ یہ اُن کے بچوں کو چھوڑ کر سیدھا اجودھیا پوری میں چلا گیا تھا۔ اور وہاں پہنچتے ہی نوکر ہو گیا تھا اسے کیا خبر کہ نل کہاں ہے؟"

کیشنی - افسوس ہے نل نے دمینتی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ اس نے اپنی نازک اندام عورت کی کچھ قدر نہ کی۔ وہ اُسے اکیلا جنگل میں سوتا ہوا چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اور وہ صحرا بصحرا بھٹکتی پھری؟"

باہو - نہایت مضطرب ہو کر بیشک ایسی عورتیں قابل تعظیم ہیں کہ مصیبت میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ رکھتی ہیں؟"

کیشنی نے جو کچھ سُنا وہ حرف بحرف دمینتی کو سنا دیا۔ اور ساتھ ہی اپنی بھی رائے ظاہر کر دی۔ اب دمینتی کا یقین کچھ حق الیقین کا رنگ پکڑ چلا اور اُس نے زور دیکر پھر کیشنی کو بھیجا۔

دمینتی۔ اے کیشنی جا۔ اور اُس کی حرکت کو دیکھ اُس سے دوبارہ بات کر اور مجھے آکر کہہ۔

کیشنی پھر اپنی مالکہ کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے باہو کے پاس گئی اور اُس کا امتحان لینے لگی۔ کہ آیا نل یہی ہے۔

جب کیشنی کو باہو کی حرکتیں دیکھنے اور باتیں سننے کا اتفاق ہُوا تو اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ یہ عقلیں رتھ بانوں میں نہیں ہیں جو اس شخص میں ہیں یہ ضرور کوئی راجہ ہے۔ گو نل نہیں مگر یہ رتھ بان بھی نہیں اِس خیال پر جمی ہوئی کیشنی پھر دمینتی کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

کیشنی۔ اے دمینتی میں نے اچھی طرح اُسے آزمایا۔ مگر رتھ بان نہیں ہے۔ بلکہ کوئی راجہ ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتی۔ کہ وہ نل ہے یا کوئی اور ہے لیکن وہ رتھ بانی کے لائق نہیں

دمینتی۔ اے کیشنی پھر جا اور اُس سے پوچھ کہ اِس راجہ کے پاس رہتے ہوئے تجھے کتنا عرصہ ہُوا۔

کیشنی۔ بہت اچھا۔ کہکر پھر گئی۔ اور باہو سے پوچھنے لگی۔

کیشنی۔ اے رتھ بان تجھے اِس راجہ رتوپرن کے پاس آئے ہوئے کتنا عرصہ ہُوا

باہو۔ اے سندری مجھے اِس راجہ کی خدمت کرتے ہوئے تیسری گرمی جا رہی ہے

کیشنی۔ اور اب تمہارا ارادہ ہمیشہ اِسی کے پاس رہنے کا ہے۔

باہو۔ اِس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

کیشنی پھر باہو کو وہیں چھوڑ کر دمینتی کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ کہ اے دمینتی وہ کہتا ہے۔ کہ رتوپرن کے پاس آئے ہوئے مجھے ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا۔ دمینتی نے کیشنی سے کل کیفیت سنکر پھر غور کرنا شروع کیا

کہ اب کیا کیا جاوے۔ جس سے نل کی شناخت آسانی سے ہو جائے
اور دقت بھی پیش نہ آئے۔ یہ سوچ دمینتی نے اپنے بچوں دیرسین اور
دیرسینا کا ہاتھ منہ دُھلا کر کیشنی کو کہا۔ کہ اے کیشنی اب ان کو لے
جا اور اچھی طرح غور سے دیکھیو کہ وہ ان کو دیکھکر کیا کچھ کرتا ہے۔
کیشنی پھر دونوں لڑکے اور لڑکی کو لے کر باہو کے پاس آئی۔ باہو نے اُن
کو دیکھتے ہی ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ اور دونوں کو گلے سے لگا کر
دیر تک دُھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ ابھی اس کے موٹے موٹے آنسوؤں
کو بہتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ یک لخت ہی اُسے کسی
خیال نے آکر چونکا دیا۔ اور وہ آنسوؤں کو پی اور دل کو مضبوط کرکے کیشنی
سے کہنے لگا :-

باہو۔ ان لڑکوں کی صورت میرے بچوں سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔
اس لئے ان کو دیکھتے ہی میرا دل بھر آیا "

کیشنی۔ اے باہو تو بہت نرم دل کا آدمی ہے "

باہو۔ ہاں دکھوں نے مجھے ایسا کر دیا ہے "

کیشنی۔ مگر اچھی طرح پہچان لے کہیں یہی تو تیرے لڑکے نہیں "

باہو۔ اس سوالیہ فقرہ کا کچھ جواب نہ دیکر تو میرے پاس بار بار
نہ آیا کر کیونکہ کوئی دیکھے گا تو خواہ مخواہ عیب لگائیگا "

کیشنی۔ عیب لگائیگا تو پھر کیا ہوگا "

باہو۔ میں پردیسی اور دوسرے راجہ کا ملازم ہوں اسلئے مجھے خوف ہے

کیشنی۔ کچھ خوف نہیں "

کیشنی نے اتنا کہا اور پھر واپس اُس جگہ آئی جہاں دمینتی بیٹھی ہوئی اس کا
انتظار کر رہی تھی۔

کیشنی :- دمینتی کو مخاطب کر کے۔ اے دمینتی میں اس رتھ بان کے پاس

ان لڑکوں کو دے گئی۔ اُس نے ان کو گلے سے لگا کر بہت ہی آنسو بہلائے اور دیر تک روتا رہا۔ آخر کہنے لگا۔ کہ اِن لڑکوں کی ایسی صورت ہے جیسے میرے بچوں کی تھی۔ اور اُس نے یہ بھی کہا۔ کہ میرے پاس ٹھہری کھڑی مت شاید کوئی کسی قسم کا عیب لگا کر تجھے اور مجھے بدنام کر دے:

دمینتی نے کیشنی کی زبانی سارا حال سُن کر اپنی ماتا سے کہا۔ کہ رِتو پرن کے رتھ بان پر نل کا گمان ہوتا ہے۔ اس لئے یا تو آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اُس کے پاس جاؤں اور اُسے دیکھوں کہ وہ کون ہے یا اسے اپنے محلوں میں بلوا کر اپنی تسلی کر لوں۔ مجھے اُن حالات سے جو کیشنی نے بتائیں ہیں یقین ہوتا ہے کہ ہو نہ ہو۔ یہ رتھ بان کے بھیس میں نل کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔ دمینتی جب یہ حال اپنی ماں کو سنا چکی تو اس نے کہا کہ تمہارا وہاں جانا اچھا نہیں بلکہ تم اسے اپنے ہی پاس بلاؤ۔ اور ہر طرح تسلی کر لو۔ ہمیں حتی المقدور تمہاری خوشی منظور ہے۔ غرض دمینتی نے پھر کیشنی کو بھیجا اور کہا کہ جس طرح ہو تو اسے میرے محلوں میں لا۔ اگر یُوں نہ آوے تو میری طرف سے کہیو کہ دمینتی تجھ کو یاد کرتی ہے۔

سولھواں باب

بھلا بھلا کے جتایا ہے اُن کو راز نہاں
چھپا چھپا کے محبت کو آشکار کیا

میں ہی بد نصیب نل ہوں

دمینتی کیشنی کو باہو کیطرف بھیجکر خود مضطرب ہو گئی۔ اِس وقت اُسکے دل کی کیفیت ایک نو گرفتار طائر کیطرح ہے۔ جو دوسروں کے رحم کا منتظر اپنی قید اور آزادی کے مسئلہ پر صرف غور و فکر ہی کر سکتا ہے مگر فیصلہ نہیں کر سکتا۔ فیصلہ وہی کریگا۔ جس کے کہ وہ اختیار میں ہو۔ اسی طرح دمینتی اپنے تدبیروں پر غور کر رہی تھی۔ مگر اس کا کلیجہ دھڑک بھی رہا تھا۔ کہ کہیں۔ خدانخواستہ میری تمام محنت رائیگاں ہی نہ جائے۔ اور یہ رتھبان کوئی اور ہی نکلے۔ بس اِس خیال نے اُسکے چھکے چھڑا رکھے تھے۔ اور اُسکے دل کیحالت نہایت خطرناک معلوم دیتی تھی۔ اُس کے چہرہ کا چڑھاؤ اُتار بتلا رہا تھا۔ کہ اگر اُس کی تدبیروں میں اُسے ناکامی ہوئی۔ تو وہ ضرور جان دے دیگی۔ وہ کبھی جینا پسند نہ کریگی۔ اگر یہ رتھبان نل نہ نکلا۔ یا اِس سے نل کا پتہ نہ چلا۔ ابھی یہ اپنے ہی خیال میں ڈوبی ہوئی بیٹھی تھی۔ کہ کیشنی باہو کو لئے ہوئے آموجود ہوئی۔ باہو نے جب دمینتی کو بیر دکھن بنے ہوئے دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور قریب ہی تھا۔ کہ ضعف کے سبب غش کھا کر گرے مگر کیشنی جو اُس کے پاس ہی کھڑی تھی۔ اُس نے فوراً ہی بیچ میں سنبھال لیا۔ اُدھر دمینتی بھی متفکر اور اداس ہو گئی۔ اور ساتھ ہی اُس کی درد بھری ہوئی آواز یہ کہتی سنائی دی:-

دمینتی۔ باہو کو مخاطب کر کے۔ اے رتھبان تو نے کوئی ایسا راجہ دیکھا ہے۔ جو اپنی رانی کو اکیلا بن میں سوتا ہوا چھوڑ کر بھاگ گیا ہو؟

باہو۔ خاموش۔

دمینتی۔ میں نے اُس کا کیا گناہ کیا تھا۔ جو وہ مجھکو سوتا چھوڑ گیا کیا یہ گناہ تھا۔ کہ میں نے دیوتاؤں کو چھوڑ کر اُس کو پسند کیا اور سوئمبر میں اُسے انتخاب کیا کیا اُسی کا عوض یہ ہے کہ وہ مجھے اور میرے بچوں کو بالکل ترک کر کے آپ دوسرے ملکوں میں پھرے؟

دمینتی نے اتنا کہا اور زار وقطار رونے لگی۔ باہو جو بہت ضبط کئے بیٹھا تھا نہایت استقلال کے لہجہ میں بولا۔

باہو۔ اب اس بھاگے ہوئے راجہ کا حال پوچھکر کیا کرے گی۔ کیونکہ تو نے دوسرے سوئمبر کی تیاری کردی ہے۔ بہتر ہے۔ اب کسی اور کو چن لے کیونکہ خبر ہے۔ تیرے خوف کا مارا راجہ زندہ بھی ہے۔ کہ نہیں"

دمینتی۔ اے رتھبان تیری گفتگو سے طعن ٹپکتا۔ اور محبت کی بو آتی ہے تو جلد میرے نل کا حال بتا۔ پھر میں تجھکو بتاؤنگی کہ یہ دوسرا سوئمبر کس غرض کے لئے رچا گیا"

باہو۔ تو اس بدنصیب راجہ کا حال نہ سن جب تجھے سوتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا تھا کیونکہ اس کی غم انگیز کہانی پر تیرا دل لپسیگا"

دمینتی۔ اگر تو صاف صاف نہ کہیگا۔ تو یاد رکھ میں جان دے دوں گی اور میرا خون تیری گردن پر ہوگا۔

باہو۔ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد۔ اور اپنے آپ کو ظاہر کر کے اے دمینتی راج سے گرا ہوا۔ اور تجھے اکیلا جنگل میں سوتا ہوا چھوڑ کر چلا جانے والا بدنصیب اور بزدل راجہ میں ہی ہوں اور میرا ہی نام کمبخت نل ہے۔

باہو کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں خدا جانے کہاں کی تاثیر تھی کہ دمینتی سنتے ہی نیور اگئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آتے ہی وہ "میرا راجہ میرا راجہ" کہکر راجہ نل اپنے ہوئے باہو سے لپٹ گئی اور ہچکیاں بھر بھر کر رونے لگی۔ ہائے اس وقت کی مسرتوں کا پوچھنا ہی کیا اگر راجہ نل اور دمینتی کو سلطنت کا کھٹکا نہ ہوتا تو وہ فرط شادی سے مرگ ہو جاتے۔ بس یہی ایک بات تھی۔ جس نے بیچ میں حائل ہو کر ان کی زندگی کو بڑھا دیا۔ نل کو دمینتی کے ملنے سے جس قدر خوشی حاصل ہوئی

اُس سے دس گنا زیادہ دمینتی کو ہوئی۔ وہ دیر تک ایک دوسرے سے لپٹے رہے۔ اور اپنے موٹے موٹے آنسوؤں سے کپڑوں کو تر کرتے رہے۔ اور دیر تک وہ اسی طرح رونے میں مصروف رہتے۔ اگر کیشنی آکر دونوں طالب ومطلوب کو الگ کرکے سمجھاتی نہ لگتی۔

کیشنی۔ اے دمینتی ہوش کرو۔ اب رونے کا موقع نہیں بلکہ خوشی کا دن ہے۔ کہ تمہارا راجہ تم کو صحیح سلامت مل گیا۔"

دمینتی۔ اپنے آنسوؤں کو پونچھکر۔ ہاں کیشنی میں تیری کوششوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

ابھی ان دونوں میں باتیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ نل نے رتھ بانی کا بھیس اوتار کر ایک طرف پھینکا۔ اور اپنی اصلی حالت میں دمینتی کے دل کو بھانے لگا۔

اِس وقت دمینتی کے دل کا کنول ایسا کھل گیا تھا جس طرح آدھی اوگی ہوئی کھیتی بارش سے سرسبز ہو کر لہلہا اٹھتی ہے۔ وہ رہ رہ کر نل کی بلائیں لیتی تھی۔ اُس کے بچے نل کی گود میں بیٹھے ہوئے بڑی خوشی سے اپنے بچھڑے ہوئے باپ کی خوشبوؤں کے نور ملا تھا۔ صورت کو دیکھ دیکھکر شاد ہو رہے تھے۔ اور نل بھی ان کو پیار کرتا ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک یوں ہی ستروں نے اپنا رنگ جمائے رکھا تو نل کی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی۔"

نل۔ اے دمینتی اب تو یہ بتا۔ کہ تو نے دوسرا سوئمبر کیوں کرنا چاہا تھا"

دمینتی۔ میں نے صرف اپنے خیال سے دوسرا سوئمبر کرنا چاہا تھا اس کے علاوہ اور کچھ غرض نہ تھی۔"

نل۔ مگر اس میں میرا کیا فائدہ تھا۔"

دمینتی۔ آپ کا یہ کیا کم فائدہ ہوا۔ کہ آپ مجھے مل گئے۔"

نل - مگر تو نے کیونکر جانا کہ میں رتوپرن کے یہاں ہوں؟"
دمینتی - اے راجہ صاحب میں شدھا کے محلوں سے یہاں لائی گئی تو میں نے تمہاری تلاش کے لئے برہمنوں کو چاروں طرف بھیجا اُن میں سے ایک جس کا نام پن دیو تھا - وہ اجودھیا نگر میں گیا اور اُس نے رتوپرن کے دربار میں جا کر جو کچھ میں نے اُسے سکھلا دیا تھا کہا تب تم باہر آ کر اُس سے ملے اُس نے تمام حال وہاں کا مجھے آ کر کہا - میں نے پھر سدیو کو بھیجا اور سوئمبر کا بہانہ کیا - سوئمبر کی خبر صرف رتوپرن کے سوا اور کسی کو نہیں تھی - اے راجہ آپ اندیشہ نہ کریں - میں نے آپ کو پانے کے لئے رتوپرن کو سوئمبر کے لئے کہا تھا"
نل - نادم ہو کر - رانی تم نے وہ بات کی ہے - کہ اچھے اچھے عقلمند - آدمیوں سے ہونی مشکل ہے"
ان کی گفتگو ابھی ختم بھی نہ ہونے پائی تھی - کہ نل کے ظاہر ہونے کی خبر تمام محل میں گونج گئی - راجہ بھیم نے اِس غیر معمولی خوشی کو سب سے زیادہ محسوس کیا - چاروں طرف سے مبارکبادیں آنے لگیں - جا بجا منگلاچار ہونے لگا - جب رتوپرن کے کانوں میں آواز پڑی کہ میرا رتھ بان نکھدیس کا راجہ نل نکلا - تو نہایت ہی متحیر ہو گیا اور دیر تک غور و فکر کے سمندر میں محو بار ہا کہ میں نے سخت غلطی کی کہ ایسے جلیل القدر راجہ کو اپنا رتھ بان بنایا - مگر ساتھ ہی اُسے یہ خیال بھی آتا کہ میں نل سے بالکل ناواقف اور بے خبر تھا - اور راجہ نل اِس حالت میں میرے پاس پہنچا تھا - کہ میں اُس کی شناخت نہ کر سکا - بس ناشناسائی میں اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو خطا نہیں - حالانکہ میں اُس سے کوئی بے جا خدمت یا فضول محنت نہیں لی بھیس کس طرح راجہ مجھے قصوروار ٹھیرا سکتا ہے - ابھی یہ نہیں خیال

میں اُلجھ رہا تھا۔ کہ راجہ نل بھیم سے ملتا ہوا اُس مقام پر آپہنچا جہاں رتوپرن اُترا ہوا تھا۔ راجہ نل کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور نہایت ادب کے ساتھ راجہ نل کو مبارکباد دے کر یوں کہنے لگا:-

رتوپرن۔ اے نکھدیس کے سوامی مجھے آپ سے سخت شرمندگی ہے۔ میری آنکھیں آپ کے سامنے نہیں اُٹھتیں"

راجہ نل۔ نہیں نہیں اس میں شرم کی کیا بات ہے؟"

رتوپرن۔ یہی کہ نادانی میں کہ اگر کوئی گناہ ہوگیا ہو۔ تو آپ معاف فرمادیں

راجہ نل۔ میں خود آپ کی تعریف کرتا ہوں۔ کہ آپ نے ایک غریب الوطن کی درخواست کے مطابق عہدہ دیا۔ یہ کیا کم بندہ پروری ہے"

رتوپرن۔ آنکھیں نیچے کرکے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ سوائے اس کے کہ آپ سے معافی مانگوں"

راجہ نل۔ خیر یہ تو آپ کا خیال ہے۔ مگر آپ اب مجھے پانسوں کے کھیل اور اس کی ماہیت سے آگاہ کریں"

رتوپرن۔ اے راجوں کے راجہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ میں ابھی اس کے اونچ نیچ سے آپ کو آگاہ کئے دیتا ہوں"

راجہ رتوپرن نے اتنا کہہ کر جو پانسوں کا علم تھا۔ وہ راجہ نل کو بتلا دیا اور راجہ نل بھی اس کی اصلیت سے واقف ہوکر دیر۔ تک کنڈل نگر میں نہ رہا اُدھر راجہ رتوپرن بھی دمینتی کی عقل پر عش عش کرتا ہوا اجودھیا پوری کو چل دیا"

ستارھواں باب

ملِ گئی راہ منزلِ مقصود
خُوب رستے لگا دیا تُو نے

خق بحق دار رسید

مختصر کنبہ والا نل راجہ بھیم سے اجازت لے کر تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ودربھ دیس سے چل دیا۔ اور چند دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ اپنے قدیمی دارالخلافہ میں پہنچ گیا۔ اچانک ہی نل کے پہنچنے کی خبر نے مغرور پشکر کو حیران کر دیا۔ پہلے تو اُسے خیال ہوا کہ شاید مجھ سے لڑنے کے لئے آیا ہے۔ مگر بعد ازاں نل کی مختصر سی جمعیت نے اُس پر ظاہر کر دیا۔ کہ نل لڑنے کے لئے نہیں بلکہ کسی اور غرض کے لئے آیا ہے جیسے نل کسی لئے آیا ہو۔ مگر ظالم پشکر کے غرور سے اتنا نہ ہو سکا کہ اپنے ماں جائے بھائی کا جو بڑی مصیبتوں اور بادیہ پیمائیوں کے بعد میرے شہر میں آیا ہے۔ خوشی سے استقبال کرے بلکہ اُس نے نل کے آنے پر ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اور وہ اُس وقت تک نل کی آمد کو معمولی سمجھے رہا۔ جب تک کہ خود اُسے جا کر یہ نہ کہا:

نل۔ اے راجہ پشکر میں نے تجھ سے الگ ہو کر بہت دولت کمائی ہے۔ اور اب میں آسودہ حال ہو کر آیا ہوں۔"

پشکر۔ پھر کیا ارادہ ہے؟"

نل۔ یہی کہ جوا شروع کریں۔"

پشکر۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ میری بادشاہت کی چوتھائی بھی تیرے پاس ہو۔"

نل۔ اے راجہ تو چوتھائی کہتا ہے۔ میں علاوہ دولت کے اپنی دمینتی کو بھی داؤں پر رکھنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تجھے جوا کھیلنا منظور نہیں تو تو لڑائی شروع کر غرض دونوں باتوں میں سے ایک مان۔"

پشکر ہنس کر۔ بہت اچھا ہُوا کہ تو آسودہ حال ہو کر پھر یہاں آیا اور تجھے مبارک ہو کہ اب دمینتی کا دکھ دور ہو گیا۔ اور وہ اس طرح میرے پاس آئے گی۔ جیسے اندر کے پاس دیوتا جاتے ہیں۔ اے نل میں تجھے بہت یاد کیا کرتا تھا۔ کیونکہ بدمعاشوں کے ساتھ جوا کھیلنے سے مجھے سخت نفرت ہے۔ اب تو آ گیا ہے۔ میں تجھ سے جوا کھیلوں گا۔ اور تیری دمینتی کو جیت کر اپنے محلوں کی زینت بڑھاؤں گا۔"

پشکر کی بیہودہ بکواس نے نل کے غصہ کو چمکا دیا اور وہ چاہتا ہی تھا۔ کہ اپنی تلوار کو جنبش میں لا کر پشکر کا خاتمہ کر دے مگر اس نے ضبط اور استقلال سے کام لیا۔ اور وہ بہادری کے ساتھ اپنے غصہ کو پی گیا۔"

نل۔ مسکرا کر۔ اے پشکر اگر تو جیت لیگا تو مجھے اس چیز کے دینے میں کچھ بھی عذر نہ ہوگا۔ جسے کہ میں داؤں پر رکھ چکا ہوں۔"

پشکر۔ بیشک سچے آدمیوں کا یہی شیوہ ہے"
نل ،، تو پھر آج ہی شروع کریں"
پشکر۔ ہاں بڑی خوشی سے"

نل کی التجا کے مطابق پشکر نے جلد جلد پانسوں کا کھیل شروع کیا چونکہ پشکر پہلے جیت چکا تھا۔ اس لیئے وہ اب بھی اسی غرور میں تھا کہ جوئے کی جیت میرے پلہ پر ہے۔ کوئی گھڑی میں میری ہی تبل ہے اور دمنتی نل کی قسمت پھر آوارگی پر تلی ہوئی ہے۔ وہ جب تک دوبارہ صورت زرد و بدر نہ ہولیگا۔ چین سے نہ بیٹھیگا۔ کم فہم پشکر کی پہلی جیت نے اسے بانس پر چڑھا رکھا تھا۔ وہ نل کی امیدوں کو ذرا بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی نئی ایجادیں کیا کرینگی۔ مغرور پشکر اسی طرح اپنی چالاکیوں میں مصروف تھا جس طرح کہ اسے پہلے کامیابی ہو چکی تھی۔ مگر نل بھی خاموش نہ تھا۔ وہ رتوپرن کے بتلائے ہوئے فقروں کو آزمائش میں لا رہا تھا چونکہ مقابلہ مساوی تھا۔ اس لیئے دیر تک طرفین کی بازی بھی برابر رہی اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پشکر زور زور لگاتا لگاتا تھک گیا تھا۔ لیکن پانسوں کے دیوتا نے اس کی ذرا بھی مدد نہ کی نل نے اس وقت تک اپنی طرف سے کوئی ایسی چال نہیں کی جس سے پشکر بالکل حیران ہو جاتا۔ مگر نل اس کی چالوں کو روکتا رہا اور آپ اس کی زد سے بچتا رہا۔ انہیں چالوں نے پشکر کے چھکے چھڑا دیئے اور وہ خیال کرتا تھا۔ کہ کیا سبب آج پانسے بالکل بے رخ پڑ رہے ہیں۔ میرا ہتھکنڈہ ایک بھی کام نہیں آتا۔ یہ کیا غضب ہو رہا ہے۔ پشکر ابھی اسی خیال میں تھا۔ کہ نل نے اپنے ہاتھ کی صفائی دکھائی اور [illegible] دیوتا

نے کروٹ بدلی۔ بدنصیب پشکر کے حق میں تین کانے پڑے نل نے
بازی جیت لی۔ پشکر انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا

نہیں رہی ہے ہمیشہ کسی کی بات بڑی
کبھی کے دن ہیں بڑے اور کبھی کی رات بڑی

بازی کا ہارنا تھا۔ کہ پشکر کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں وہ تاج اور تخت کو ہاتھ سے جاتا ہوا۔ دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگا۔ ہائے اس وقت پشکر کی دلی الجھنوں کا پوچھنا کیا وہ یاس و حرمان کی تصویر بنا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اس کی نگاہوں میں ریگستانوں کی دھوپ اور جنگلوں کی گرم گرم لوئیں بھر گئیں۔ اور اس نے سمجھ لیا۔ کہ بس اب کوئی گھڑی میں ہی ہوں۔ اور بن و باس یا آوارہ وطنی نل ضرور اپنا بدلہ لے گا۔ اول تو یہ کبھی جیتا نہ چھوڑیگا اور اگر چھوڑا بھی تو تھدیس میں نہ رہنے دے گا۔ ہائے میری کومل ستی رانی محلوں سے نکلنے پر مجبور کی جائیگی، ضرور ضرور نل کبھی بھی ہمارے ساتھ رحم کا برتاؤ نہ کرے گا۔ وہ جلا ہوا اپنا عوض لینے کے لئے جو کچھ نہ کر گذرے تھوڑا ہے۔ ہارا ہوا پشکر ابھی اپنی آئیندہ مصیبتوں میں الجھ رہا تھا۔ کہ نل کی آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی"

نل۔ پشکر کو مخاطب کرکے۔ اے راجوں میں نیچ اور شریفوں میں کمینہ۔ تو دمینتی کے دیکھنے کے لائق نہیں رہا"۔

پشکر۔ نادم ہو کر آپ مالک ہیں جیسا چاہیں سمجھیں"

نل۔ اب تو اور تیرا کنبہ دمینتی کی خدمت کرے اور بس"

پشکر۔ ہم ہر طرح حاضر ہیں۔

نل۔ اے کمینہ بھائی جا میں تجھے معاف کرتا ہوں تو سکھ سے جی میں

تجھے تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ کیونکہ تو میرا خجستہ خصلت چھوٹا بھائی ہے
پشکر۔ ہاتھ جوڑ کر۔ اے بھائی! تو جو میری جانوں کو بخشتا اور میرے
راج کو دیتا ہے۔ میں شکریہ ادا کر کے دعا کرتا ہوں۔ کہ ایشور تجھے بڑی
عمر عطا کرے اور تیرے اقبال کا سورج نصف النہار پر ہو۔
نل۔ زیادہ بکو اس مت کر جا اور اپنی روانگی کا انتظام کر کے اپنے
آپ کو راج میں پہنچا۔
پشکر دست بستہ آداب بجا لا کر راجہ نل سے رخصت ہوا اور اپنی
رانی وغیرہ کو لے کر سیدھا اپنے شہر کو چلا گیا۔ ادھر راجہ نل
نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ وزیروں مدبروں نے مبارکبادیں
دینی شروع کیں۔ خیر اندیش شکستہ دمینتی کے پاؤں سے پڑ کر
خوب ہی روئی۔ دمینتی نے اسے ہاتھ سے اٹھا کر چھاتی سے لگایا۔
اور دیر تک کلیجہ سے لپٹا کر پیار کرتی رہی۔ اور محلوں میں پھر وہی
چھل پھل مچ گئی۔ جو ابتدا میں تھی۔ گھر گھر خوشیاں منائی جانے
لگیں۔ چپہ چپہ پر مسرتوں کا ابر چھایا ہوا نظر آنے لگا۔ غرض بھارت
ورش کے راجاؤں کا سرتاج راجہ نل پھر اپنے راج کو واپس لے کر ہنسی
خوشی خوشی راج کرنے لگا۔

انڈیا ایکویٹیبل انشورنس کمپنی لمیٹڈ (کلکتہ)

خالص ہندوستانی سرمایہ ہندوستانی انتظام

حصہ داروں۔ ممبروں اور مربیوں میں مشہور کروڑپتی مہاراجہ دربھنگہ۔ مہاراجہ قاسم بازار۔ لکھ پتی سوداگر۔ غریب سے غریب مزدور اور مشہور محب الوطن لیڈروں میں ممتاز

شری یت سبرآمانیا آئر

جیسے محترم لیڈر شامل ہیں کمپنی کس قدر عمدہ اور منافع کا کام کر رہی ہے۔ اس کے لئے ولایت کے سب سے مشہور ایکچوری کنگ جارج کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

"جہاں تک میرا تجربہ ہے۔ میری رائے میں ہندوستان تو کیا۔ انشورنس کمپنیوں میں شاید ہی کوئی کمپنی ایسی ہو جس نے اتنے تھوڑے عرصہ میں اتنا منافع (۸ لاکھ ہزار) اپنے پالیسی ہولڈروں تقسیم کیا ہو"

بڑی سے بڑی ولایتی اور دیسی کمپنیوں میں اپنے انتظام اور منافع بخش کام کے لحاظ سے سب سے ممتاز

آج ہی مفصل رپورٹ منگوایئے

۶۰ سے ۲۰۰ روپیہ ماہوار تنخواہ یا کمیشن پر ہر قصبہ اور ضلع میں انشورنس کا تجربہ رکھنے والے ایجنٹ درکار ہیں

پنڈی داس رینجنگ پروپرائٹرز سودیشی برادرز

انچیف ایجنٹ پنجاب صوبہ سرحد۔ دہلی (یوپی) ریلوے روڈ لاہور

بھلے دے بوٹ پاؤں کے دستانے ہیں

فون نمبر ۸۹۲

تار کا پتہ

"Bhalla Lahore"

ہماری خصوصیّت

(۱) پسند نہ آنے پر واپس، ٹوٹ جانے پر مرمّت مفت۔ ایک دام

ہمارے ہاں لکڑی کی کھڑاؤں سے لیکر سلمے کی جُتّی تک

ہر قسم کا مال موجود ہے۔ مشہورِ آفاق بھلے دے

بوٹ اسی دوکان کی ساخت ہیں۔

بھلّہ شو کمپنی انارکلی لاہور